

مبادی سیاسیات، مولفہ جناب ہارون خان صاحب شروانی صدر شعبہ تاریخ

دسیاسیات جامو غمانیہ تقطیع چھوٹی ضخامت ۶۰۸ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت

جلد ص ۱۰۰ مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی

مبادیات سیاسیات مولف کی مشہور کتاب ہے، اس کا پہلا ڈیشن ۱۹۳۳ء میں چھپا تھا، ادھر

چند برسوں میں سیاست کی دنیا بہت کچھ بدل گئی تھی، اس لئے ۱۹۳۹ء میں لائق مولف نے اس میں

ضروری حذف و اضافے کر کے اس کو دوبارہ مرتب کیا، اس کے دو حصے ہیں، پہلے حصہ میں مملکت کی

تاریخ اس کے متعلق سیاسی نظریے اور فلسفیانہ مباحث ہیں، دوسرے حصہ میں مملکت کے نظام اسکے

اجزاء اس کی بین الاقوامی حیثیت کی تفصیل، اور مملکتوں کے نظام سے اس کی توضیح و تشریح ہے اس

سلسلہ میں ہندوستان کے وفاق پر بھی تبصرہ ہے، آخرین ریاست حیدرآباد کے جدید دستور

کا خلاصہ ہے، اس موضوع پر دوسری زبانوں کی تصانیف کے مقابلہ میں تو اس کتاب کی حیثیت

فرد مبادی ہی کی ہے، لیکن اردو میں اسے نقابانی کہہ سکتے ہیں، لائق مولف نے اس میں

اختصار و جامعیت کے ساتھ سیاسیات کے جملہ مسائل و مباحث کو قلمبند کر دیا ہے، اس کی یہ خصوصیت

قابل ذکر ہے، کہ اس میں جاہل اسلامی اصول سیاسیات پر بھی بحث کی گئی ہے، جس سے عموماً اس قسم

کی کتابیں خالی ہوتی ہیں، مولف کا یہ اسوہ حسنہ ان تمام فنون پر لکھنے والوں کے لئے جن کے آثار

اسلامی شریعت یا اسلامی تاریخ میں موجود ہیں، لائق تقلید ہے، اس کتاب کو بھی لکھے ہوئے دو سال

ہو گئے، اور اس مدت میں دنیا سے سیاست کا نقشہ ہی بدل گیا ہے، تاہم بہت سے بنیادی مسائل

ہر زمانہ کے لئے یکساں ہیں، اس لئے اس کتاب کا افادہ اپنی جگہ پر قائم ہے،

جلد ۸ ماہ رجب المرجب ۱۳۶۰ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۴۱ء عدد ۲

## مضامین

شذرات

سید سلیمان ندوی

ظہور الاسرار نامی اور مطہر کرۂ

جناب مولوی امتیاز علی خاں صاحب ۸۵-۹۴

عشری، ناظم کتابخانہ رامپور،

قصص الحق،

پروفیسر سید نواب علی صاحب سابق ۹۸-۱۱۱

وزیر تعلیم ریاست جونا گڑھ،

مجمع النفائس،

جناب اقبال انصاری ایم ایس ریسرچ ۱۱۲-۱۳۰

اسکا لری پی ایچ ڈی، لکھنؤ یونیورسٹی،

عربی زبان کے جدید رجحانات،

"ص ع"

۱۳۸-۱۳۱

اجناد علیہ

۱۳۹-۱۴۲

حشر جذبات،

جناب شائق، کابھوری،

۱۴۳

غزل،

جناب شاہد صدیقی، اکبر آبادی،

۱۴۴

جناب انصاری،

رسالوں کے سانچے اور خاص نمبر،

"م"

۱۴۵-۱۵۰

نئے رسالے،

"

۱۵۱-۱۵۵

مطبوعات جدیدہ،

"

۱۵۶-۱۶۰







لی ہے، یعنی ایک اردو انسائیکلو پیڈیا کی ترتیب و اشاعت، حیدر آباد میں جدید و قدیم علوم و فنون کے اساتذہ اور ماہرین کی بہت بڑی جماعت موجود ہے جن کی موجودگی میں اس کام کے انجام کی پوری توقع کی جاسکتی ہے، ادارہ مذکور نے علوم و فنون کی تقسیم اور ان کے ذمہ داران و ترقی کے نام کا انتخاب کر لیا ہے، اور حیدر آباد کے باہر علماء اور اہل علم سے حصول امداد کی کوشش بھی وہ کر رہا ہے، ضرورت ہے کہ اردو کے ہمدرد اور بھی خواہ اس کام میں اس کی ہمت بڑھا اور ادارہ مذکور سے رفعت منزل حیدر آباد دکن کے پتہ سے خط و کتابت کی جاسکتی ہو۔

## مقالہ

### ظہور الاسرار نامی اور مظهر کثرہ

از

جناب مولوی امتیاز علی خان صاحب شی ناطم کتب خانہ راہپور

(۲)

بلخی کے نام کی تحقیق | شرح کے عام نسخوں میں مصنف کا نام محمد بن قوام بن رستم بن احمد بن محمد بدر خزانہ البلیخی المعروف بکثرہ لکھا ہے۔

صاحب کشف الظنون (ج ۵- ص ۴۶۶ طبع یورپ) نے صرف بدر البلیخی لکھا ہے اس پر نگہ نے مذکورہ بالا مکمل نام درج کیا ہے، مگر ایک تو بدر خزانہ - کونہ سمجھ کر اس کے محاذین علامت استفہام بڑھائی ہے، اور دوسرے ازراہ سہم المعروف بکثری کو غلط سمجھتے ہیں، اور اس نے شارح کا عرف بکثری بتاتے ہیں، حالانکہ ایک ادنیٰ عربی طالب علم بھی یہ جانتا ہے، کہ حرف الباء پر یونین کا کام کر رہا ہے، جزو کلمہ نہیں اصل میں اس کا عرف کرنی لکھا جائے تھا،

ڈاکٹر ریو کے نسخہ میں بدر خزانہ تھا، اس کو انھوں نے برکٹس میں صحیح کر دیا ہے، علاوہ ازین شارح کا عرف ان کے خیال میں کرخی ہے، جو غالباً ان کی قرات کی غلطی ہے، اگرچہ امکان یہ بھی ہے کہ خود کاتب نے لکھا ہو،

پشاور میں عربی کا ایک مدرسہ رفیع الاسلام ہے، مدرسہ مذکور کی ملکیت میں ایک نادر کتابخانہ ہے جس میں ۶ ہزار کتابیں ہیں جنہیں بہت سی قلمی کتابیں بھی ہیں، پشاور کے قیام میں اس کتاب خانہ کا ذکر میں نے سنا، لیکن دیکھنے کی ذہن نہیں آئی، معارف کے مئی نمبر ۳۹۲ میں تاریخ محمود شاہی کا ذکر ہے، جس کا نسخہ نہیں ملتا، مدرسہ مذکور کے مہتمم صاحب مولوی فضل صمدانی صاحب نے مجھے مطلع کیا ہے کہ اس کتاب کا نسخہ ان کے کتابخانہ میں موجود ہے، اسی طرح جولائی اور اگست کے پرچم میں مظهر کثرہ کی جس شرح ظہور الاسرار کا ذکر ہے اس کا نسخہ بھی اس میں موجود ہے کتاب کا نام ظہور الاسرار اور مصنف کا نام مظهر بن قوام بن رستم بن احمد بن محمود البلیخی المعروف بکثری ہے۔



ڈاکٹر ایٹے کے نسخہ میں "المعروف بکری" مندرج ہے، اسلئے ان کو بھی وہی دھوکا ہوا جو آپ نے لکھا تھا کہ شارح کا عرف بکری ہے، لیکن یہ اپنے پیشرو ڈاکٹر دیو کا بھی احترام علی ملحوظ رکھنا چاہئے۔ اسلئے اپنے اور اسپرنگر کے نسخہ پر بھروسہ نہیں کرتے، اور یہ بھی آگے چل کر لکھ دیتے ہیں، کہ یا جیسا کہ دیو کے نسخہ میں ہی اس کا عرف کرخی تھا،

روسی مستشرق ڈاکٹر آئیونوف نے اسپرنگر اور ایٹے کا ساتھ دیکر اس کو بکری لکھا ہی، فرست کتاب خانہ آصفیہ، حیدرآباد (ج ۳ ص ۶۲۸) میں بھی مصنف کو معروف بہ کرخی تسلیم کیا گیا ہے،

کتاب خانہ ریاست رامپور کے نسخوں میں سے جو نسخہ ۱۰۵۵ء کا نوشتہ ہے اس میں مصنف کا نام اس طرح لکھا گیا ہے:-

محمد بن قوام الدین بن رستم بن احمد بن محمود بدر خزانہ البیانی المعروف بکری الخ (ورق ۱- الف)

نسخہ نمبری ۵۹ میں یہ نام قدرے اختلاف کے ساتھ اس طرح ملتا ہے:-

محمد بن قوام بن رستم بن احمد بن محمود البیانی المعروف بکری الخ (ورق ۲- الف)

حوت کی حقیقت میری ناقص رائے یہ ہے کہ شرح مخزن اسرار کے مصنف کا عرف کرخی یا بکری ہے، نہ بکری اور نہ کرخی، اور یہ کڑہ کی طرف نسبت ہو جہاں تک تاریخی ثبوت کا تعلق ہو اس سے آئندہ بحث ہوگی، یہاں صرف سانی حیثیت سے یہ دیکھنا ہے، کہ کیا بکری درست ہو یا کرخی؟ بحالہ دونوں نسخوں میں اس لفظ کی کتابت ہے بکری اسلئے یہ بہکر کی طرف نسبت ہو سکتی ہے، اگر کات کو مشدود پڑھا جائے، اور ہائے مخلوط کو، بھجوعی ساقط کر دیا جائے لیکن دوسرے تمام نسخوں میں بکری تحریر ہے، اسلئے یہ قیاس نادرست قرار پائے گا، مزید برآں تاکہ اصلی ہونے کی صورت میں لازم ہوگا، کہ ایک ہائے جارہ اور ہو، اور وہ کسی نسخہ میں بھی نہیں، لہذا اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ

لفظ مذکور یا سے نسبت اور ایسے اسم سے مرکب ہوا ہے، جس میں کت، تر ضرور ہیں، جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا ہے، میری دانست میں یہ کڑہ کی طرف منسوب ہے، جو عام طور پر پرانی تاریخوں میں کڑہ مانگپور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ الہ آباد کے قریب واقع ہے، اور مغول کے عہد تک مشہور شہرون میں گنا جاتا تھا،

قاعدہ یہ ہے کہ ایسے اسماء کیسا تھی نسبت لگانے کی صورت میں جوہ پر ختم ہوتے ہیں، کو ساقط کر کے اوس کے بجائے تو لکھا جاتا ہے، مثلاً امروہہ کی نسبت امروہوی، سامانہ کی سامانوی، تہ کی توی، بعض اوقات حذف کر دی جاتی ہے، مثلاً مکہ کی نسبت مکی، مدینہ کی مدنی، بنگالہ کی بنگالی، سکندرہ کی سکندری، لیکن پرانی کتابوں میں یہ بھی دیکھا گیا ہے، کہ آخر کی کڑہ سے بدل دیتے ہیں، جیسے گنگوہ سے گنگوئی، بدایونی (ج ۲ ص ۵۰) کے بیان نظر آتا ہے، اور حکیم احمد توی کو طبقات اکبری (قلمی ص ۲۵۳) میں توی لکھا ہے،

مذکورہ بالا قاعدہ کے ماتحت لفظ کڑہ کی صحیح نسبت کر دی ہونا چاہئے، چنانچہ حکیم عبدالحی صاحب مرحوم نے نزہۃ النواظر کے صفحات ۱۹، ۲۳، ۴۱، ۱۰۱، ۱۰۴، ۱۰۷، ۱۱۰، ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۱۹، ۱۲۱، ۱۲۴، ۱۲۷، ۱۳۰، ۱۳۳، ۱۳۶، ۱۳۹، ۱۴۲، ۱۴۵، ۱۴۸، ۱۵۱، ۱۵۴، ۱۵۷، ۱۶۰، ۱۶۳، ۱۶۶، ۱۶۹، ۱۷۲، ۱۷۵، ۱۷۸، ۱۸۱، ۱۸۴، ۱۸۷، ۱۹۰، ۱۹۳، ۱۹۶، ۱۹۹، ۲۰۲، ۲۰۵، ۲۰۸، ۲۱۱، ۲۱۴، ۲۱۷، ۲۲۰، ۲۲۳، ۲۲۶، ۲۲۹، ۲۳۲، ۲۳۵، ۲۳۸، ۲۴۱، ۲۴۴، ۲۴۷، ۲۵۰، ۲۵۳، ۲۵۶، ۲۵۹، ۲۶۲، ۲۶۵، ۲۶۸، ۲۷۱، ۲۷۴، ۲۷۷، ۲۸۰، ۲۸۳، ۲۸۶، ۲۸۹، ۲۹۲، ۲۹۵، ۲۹۸، ۳۰۱، ۳۰۴، ۳۰۷، ۳۱۰، ۳۱۳، ۳۱۶، ۳۱۹، ۳۲۲، ۳۲۵، ۳۲۸، ۳۳۱، ۳۳۴، ۳۳۷، ۳۴۰، ۳۴۳، ۳۴۶، ۳۴۹، ۳۵۲، ۳۵۵، ۳۵۸، ۳۶۱، ۳۶۴، ۳۶۷، ۳۷۰، ۳۷۳، ۳۷۶، ۳۷۹، ۳۸۲، ۳۸۵، ۳۸۸، ۳۹۱، ۳۹۴، ۳۹۷، ۴۰۰، ۴۰۳، ۴۰۶، ۴۰۹، ۴۱۲، ۴۱۵، ۴۱۸، ۴۲۱، ۴۲۴، ۴۲۷، ۴۳۰، ۴۳۳، ۴۳۶، ۴۳۹، ۴۴۲، ۴۴۵، ۴۴۸، ۴۵۱، ۴۵۴، ۴۵۷، ۴۶۰، ۴۶۳، ۴۶۶، ۴۶۹، ۴۷۲، ۴۷۵، ۴۷۸، ۴۸۱، ۴۸۴، ۴۸۷، ۴۹۰، ۴۹۳، ۴۹۶، ۴۹۹، ۵۰۲، ۵۰۵، ۵۰۸، ۵۱۱، ۵۱۴، ۵۱۷، ۵۲۰، ۵۲۳، ۵۲۶، ۵۲۹، ۵۳۲، ۵۳۵، ۵۳۸، ۵۴۱، ۵۴۴، ۵۴۷، ۵۵۰، ۵۵۳، ۵۵۶، ۵۵۹، ۵۶۲، ۵۶۵، ۵۶۸، ۵۷۱، ۵۷۴، ۵۷۷، ۵۸۰، ۵۸۳، ۵۸۶، ۵۸۹، ۵۹۲، ۵۹۵، ۵۹۸، ۶۰۱، ۶۰۴، ۶۰۷، ۶۱۰، ۶۱۳، ۶۱۶، ۶۱۹، ۶۲۲، ۶۲۵، ۶۲۸، ۶۳۱، ۶۳۴، ۶۳۷، ۶۴۰، ۶۴۳، ۶۴۶، ۶۴۹، ۶۵۲، ۶۵۵، ۶۵۸، ۶۶۱، ۶۶۴، ۶۶۷، ۶۷۰، ۶۷۳، ۶۷۶، ۶۷۹، ۶۸۲، ۶۸۵، ۶۸۸، ۶۹۱، ۶۹۴، ۶۹۷، ۷۰۰، ۷۰۳، ۷۰۶، ۷۰۹، ۷۱۲، ۷۱۵، ۷۱۸، ۷۲۱، ۷۲۴، ۷۲۷، ۷۳۰، ۷۳۳، ۷۳۶، ۷۳۹، ۷۴۲، ۷۴۵، ۷۴۸، ۷۵۱، ۷۵۴، ۷۵۷، ۷۶۰، ۷۶۳، ۷۶۶، ۷۶۹، ۷۷۲، ۷۷۵، ۷۷۸، ۷۸۱، ۷۸۴، ۷۸۷، ۷۹۰، ۷۹۳، ۷۹۶، ۷۹۹، ۸۰۲، ۸۰۵، ۸۰۸، ۸۱۱، ۸۱۴، ۸۱۷، ۸۲۰، ۸۲۳، ۸۲۶، ۸۲۹، ۸۳۲، ۸۳۵، ۸۳۸، ۸۴۱، ۸۴۴، ۸۴۷، ۸۵۰، ۸۵۳، ۸۵۶، ۸۵۹، ۸۶۲، ۸۶۵، ۸۶۸، ۸۷۱، ۸۷۴، ۸۷۷، ۸۸۰، ۸۸۳، ۸۸۶، ۸۸۹، ۸۹۲، ۸۹۵، ۸۹۸، ۹۰۱، ۹۰۴، ۹۰۷، ۹۱۰، ۹۱۳، ۹۱۶، ۹۱۹، ۹۲۲، ۹۲۵، ۹۲۸، ۹۳۱، ۹۳۴، ۹۳۷، ۹۴۰، ۹۴۳، ۹۴۶، ۹۴۹، ۹۵۲، ۹۵۵، ۹۵۸، ۹۶۱، ۹۶۴، ۹۶۷، ۹۷۰، ۹۷۳، ۹۷۶، ۹۷۹، ۹۸۲، ۹۸۵، ۹۸۸، ۹۹۱، ۹۹۴، ۹۹۷، ۱۰۰۰، ۱۰۰۳، ۱۰۰۶، ۱۰۰۹، ۱۰۱۲، ۱۰۱۵، ۱۰۱۸، ۱۰۲۱، ۱۰۲۴، ۱۰۲۷، ۱۰۳۰، ۱۰۳۳، ۱۰۳۶، ۱۰۳۹، ۱۰۴۲، ۱۰۴۵، ۱۰۴۸، ۱۰۵۱، ۱۰۵۴، ۱۰۵۷، ۱۰۶۰، ۱۰۶۳، ۱۰۶۶، ۱۰۶۹، ۱۰۷۲، ۱۰۷۵، ۱۰۷۸، ۱۰۸۱، ۱۰۸۴، ۱۰۸۷، ۱۰۹۰، ۱۰۹۳، ۱۰۹۶، ۱۰۹۹، ۱۱۰۲، ۱۱۰۵، ۱۱۰۸، ۱۱۱۱، ۱۱۱۴، ۱۱۱۷، ۱۱۲۰، ۱۱۲۳، ۱۱۲۶، ۱۱۲۹، ۱۱۳۲، ۱۱۳۵، ۱۱۳۸، ۱۱۴۱، ۱۱۴۴، ۱۱۴۷، ۱۱۵۰، ۱۱۵۳، ۱۱۵۶، ۱۱۵۹، ۱۱۶۲، ۱۱۶۵، ۱۱۶۸، ۱۱۷۱، ۱۱۷۴، ۱۱۷۷، ۱۱۸۰، ۱۱۸۳، ۱۱۸۶، ۱۱۸۹، ۱۱۹۲، ۱۱۹۵، ۱۱۹۸، ۱۲۰۱، ۱۲۰۴، ۱۲۰۷، ۱۲۱۰، ۱۲۱۳، ۱۲۱۶، ۱۲۱۹، ۱۲۲۲، ۱۲۲۵، ۱۲۲۸، ۱۲۳۱، ۱۲۳۴، ۱۲۳۷، ۱۲۴۰، ۱۲۴۳، ۱۲۴۶، ۱۲۴۹، ۱۲۵۲، ۱۲۵۵، ۱۲۵۸، ۱۲۶۱، ۱۲۶۴، ۱۲۶۷، ۱۲۷۰، ۱۲۷۳، ۱۲۷۶، ۱۲۷۹، ۱۲۸۲، ۱۲۸۵، ۱۲۸۸، ۱۲۹۱، ۱۲۹۴، ۱۲۹۷، ۱۳۰۰، ۱۳۰۳، ۱۳۰۶، ۱۳۰۹، ۱۳۱۲، ۱۳۱۵، ۱۳۱۸، ۱۳۲۱، ۱۳۲۴، ۱۳۲۷، ۱۳۳۰، ۱۳۳۳، ۱۳۳۶، ۱۳۳۹، ۱۳۴۲، ۱۳۴۵، ۱۳۴۸، ۱۳۵۱، ۱۳۵۴، ۱۳۵۷، ۱۳۶۰، ۱۳۶۳، ۱۳۶۶، ۱۳۶۹، ۱۳۷۲، ۱۳۷۵، ۱۳۷۸، ۱۳۸۱، ۱۳۸۴، ۱۳۸۷، ۱۳۹۰، ۱۳۹۳، ۱۳۹۶، ۱۴۰۰، ۱۴۰۳، ۱۴۰۶، ۱۴۰۹، ۱۴۱۲، ۱۴۱۵، ۱۴۱۸، ۱۴۲۱، ۱۴۲۴، ۱۴۲۷، ۱۴۳۰، ۱۴۳۳، ۱۴۳۶، ۱۴۳۹، ۱۴۴۲، ۱۴۴۵، ۱۴۴۸، ۱۴۵۱، ۱۴۵۴، ۱۴۵۷، ۱۴۶۰، ۱۴۶۳، ۱۴۶۶، ۱۴۶۹، ۱۴۷۲، ۱۴۷۵، ۱۴۷۸، ۱۴۸۱، ۱۴۸۴، ۱۴۸۷، ۱۴۹۰، ۱۴۹۳، ۱۴۹۶، ۱۵۰۰، ۱۵۰۳، ۱۵۰۶، ۱۵۰۹، ۱۵۱۲، ۱۵۱۵، ۱۵۱۸، ۱۵۲۱، ۱۵۲۴، ۱۵۲۷، ۱۵۳۰، ۱۵۳۳، ۱۵۳۶، ۱۵۳۹، ۱۵۴۲، ۱۵۴۵، ۱۵۴۸، ۱۵۵۱، ۱۵۵۴، ۱۵۵۷، ۱۵۶۰، ۱۵۶۳، ۱۵۶۶، ۱۵۶۹، ۱۵۷۲، ۱۵۷۵، ۱۵۷۸، ۱۵۸۱، ۱۵۸۴، ۱۵۸۷، ۱۵۹۰، ۱۵۹۳، ۱۵۹۶، ۱۶۰۰، ۱۶۰۳، ۱۶۰۶، ۱۶۰۹، ۱۶۱۲، ۱۶۱۵، ۱۶۱۸، ۱۶۲۱، ۱۶۲۴، ۱۶۲۷، ۱۶۳۰، ۱۶۳۳، ۱۶۳۶، ۱۶۳۹، ۱۶۴۲، ۱۶۴۵، ۱۶۴۸، ۱۶۵۱، ۱۶۵۴، ۱۶۵۷، ۱۶۶۰، ۱۶۶۳، ۱۶۶۶، ۱۶۶۹، ۱۶۷۲، ۱۶۷۵، ۱۶۷۸، ۱۶۸۱، ۱۶۸۴، ۱۶۸۷، ۱۶۹۰، ۱۶۹۳، ۱۶۹۶، ۱۷۰۰، ۱۷۰۳، ۱۷۰۶، ۱۷۰۹، ۱۷۱۲، ۱۷۱۵، ۱۷۱۸، ۱۷۲۱، ۱۷۲۴، ۱۷۲۷، ۱۷۳۰، ۱۷۳۳، ۱۷۳۶، ۱۷۳۹، ۱۷۴۲، ۱۷۴۵، ۱۷۴۸، ۱۷۵۱، ۱۷۵۴، ۱۷۵۷، ۱۷۶۰، ۱۷۶۳، ۱۷۶۶، ۱۷۶۹، ۱۷۷۲، ۱۷۷۵، ۱۷۷۸، ۱۷۸۱، ۱۷۸۴، ۱۷۸۷، ۱۷۹۰، ۱۷۹۳، ۱۷۹۶، ۱۸۰۰، ۱۸۰۳، ۱۸۰۶، ۱۸۰۹، ۱۸۱۲، ۱۸۱۵، ۱۸۱۸، ۱۸۲۱، ۱۸۲۴، ۱۸۲۷، ۱۸۳۰، ۱۸۳۳، ۱۸۳۶، ۱۸۳۹، ۱۸۴۲، ۱۸۴۵، ۱۸۴۸، ۱۸۵۱، ۱۸۵۴، ۱۸۵۷، ۱۸۶۰، ۱۸۶۳، ۱۸۶۶، ۱۸۶۹، ۱۸۷۲، ۱۸۷۵، ۱۸۷۸، ۱۸۸۱، ۱۸۸۴، ۱۸۸۷، ۱۸۹۰، ۱۸۹۳، ۱۸۹۶، ۱۹۰۰، ۱۹۰۳، ۱۹۰۶، ۱۹۰۹، ۱۹۱۲، ۱۹۱۵، ۱۹۱۸، ۱۹۲۱، ۱۹۲۴، ۱۹۲۷، ۱۹۳۰، ۱۹۳۳، ۱۹۳۶، ۱۹۳۹، ۱۹۴۲، ۱۹۴۵، ۱۹۴۸، ۱۹۵۱، ۱۹۵۴، ۱۹۵۷، ۱۹۶۰، ۱۹۶۳، ۱۹۶۶، ۱۹۶۹، ۱۹۷۲، ۱۹۷۵، ۱۹۷۸، ۱۹۸۱، ۱۹۸۴، ۱۹۸۷، ۱۹۹۰، ۱۹۹۳، ۱۹۹۶، ۲۰۰۰، ۲۰۰۳، ۲۰۰۶، ۲۰۰۹، ۲۰۱۲، ۲۰۱۵، ۲۰۱۸، ۲۰۲۱، ۲۰۲۴، ۲۰۲۷، ۲۰۳۰، ۲۰۳۳، ۲۰۳۶، ۲۰۳۹، ۲۰۴۲، ۲۰۴۵، ۲۰۴۸، ۲۰۵۱، ۲۰۵۴، ۲۰۵۷، ۲۰۶۰، ۲۰۶۳، ۲۰۶۶، ۲۰۶۹، ۲۰۷۲، ۲۰۷۵، ۲۰۷۸، ۲۰۸۱، ۲۰۸۴، ۲۰۸۷، ۲۰۹۰، ۲۰۹۳، ۲۰۹۶، ۲۱۰۰، ۲۱۰۳، ۲۱۰۶، ۲۱۰۹، ۲۱۱۲، ۲۱۱۵، ۲۱۱۸، ۲۱۲۱، ۲۱۲۴، ۲۱۲۷، ۲۱۳۰، ۲۱۳۳، ۲۱۳۶، ۲۱۳۹، ۲۱۴۲، ۲۱۴۵، ۲۱۴۸، ۲۱۵۱، ۲۱۵۴، ۲۱۵۷، ۲۱۶۰، ۲۱۶۳، ۲۱۶۶، ۲۱۶۹، ۲۱۷۲، ۲۱۷۵، ۲۱۷۸، ۲۱۸۱، ۲۱۸۴، ۲۱۸۷، ۲۱۹۰، ۲۱۹۳، ۲۱۹۶، ۲۲۰۰، ۲۲۰۳، ۲۲۰۶، ۲۲۰۹، ۲۲۱۲، ۲۲۱۵، ۲۲۱۸، ۲۲۲۱، ۲۲۲۴، ۲۲۲۷، ۲۲۳۰، ۲۲۳۳، ۲۲۳۶، ۲۲۳۹، ۲۲۴۲، ۲۲۴۵، ۲۲۴۸، ۲۲۵۱، ۲۲۵۴، ۲۲۵۷، ۲۲۶۰، ۲۲۶۳، ۲۲۶۶، ۲۲۶۹، ۲۲۷۲، ۲۲۷۵، ۲۲۷۸، ۲۲۸۱، ۲۲۸۴، ۲۲۸۷، ۲۲۹۰، ۲۲۹۳، ۲۲۹۶، ۲۳۰۰، ۲۳۰۳، ۲۳۰۶، ۲۳۰۹، ۲۳۱۲، ۲۳۱۵، ۲۳۱۸، ۲۳۲۱، ۲۳۲۴، ۲۳۲۷، ۲۳۳۰، ۲۳۳۳، ۲۳۳۶، ۲۳۳۹، ۲۳۴۲، ۲۳۴۵، ۲۳۴۸، ۲۳۵۱، ۲۳۵۴، ۲۳۵۷، ۲۳۶۰، ۲۳۶۳، ۲۳۶۶، ۲۳۶۹، ۲۳۷۲، ۲۳۷۵، ۲۳۷۸، ۲۳۸۱، ۲۳۸۴، ۲۳۸۷، ۲۳۹۰، ۲۳۹۳، ۲۳۹۶، ۲۴۰۰، ۲۴۰۳، ۲۴۰۶، ۲۴۰۹، ۲۴۱۲، ۲۴۱۵، ۲۴۱۸، ۲۴۲۱، ۲۴۲۴، ۲۴۲۷، ۲۴۳۰، ۲۴۳۳، ۲۴۳۶، ۲۴۳۹، ۲۴۴۲، ۲۴۴۵، ۲۴۴۸، ۲۴۵۱، ۲۴۵۴، ۲۴۵۷، ۲۴۶۰، ۲۴۶۳، ۲۴۶۶، ۲۴۶۹، ۲۴۷۲، ۲۴۷۵، ۲۴۷۸، ۲۴۸۱، ۲۴۸۴، ۲۴۸۷، ۲۴۹۰، ۲۴۹۳، ۲۴۹۶، ۲۵۰۰، ۲۵۰۳، ۲۵۰۶، ۲۵۰۹، ۲۵۱۲، ۲۵۱۵، ۲۵۱۸، ۲۵۲۱، ۲۵۲۴، ۲۵۲۷، ۲۵۳۰، ۲۵۳۳، ۲۵۳۶، ۲۵۳۹، ۲۵۴۲، ۲۵۴۵، ۲۵۴۸، ۲۵۵۱، ۲۵۵۴، ۲۵۵۷، ۲۵۶۰، ۲۵۶۳، ۲۵۶۶، ۲۵۶۹، ۲۵۷۲، ۲۵۷۵، ۲۵۷۸، ۲۵۸۱، ۲۵۸۴، ۲۵۸۷، ۲۵۹۰، ۲۵۹۳، ۲۵۹۶، ۲۶۰۰، ۲۶۰۳، ۲۶۰۶، ۲۶۰۹، ۲۶۱۲، ۲۶۱۵، ۲۶۱۸، ۲۶۲۱، ۲۶۲۴، ۲۶۲۷، ۲۶۳۰، ۲۶۳۳، ۲۶۳۶، ۲۶۳۹، ۲۶۴۲، ۲۶۴۵، ۲۶۴۸، ۲۶۵۱، ۲۶۵۴، ۲۶۵۷، ۲۶۶۰، ۲۶۶۳، ۲۶۶۶، ۲۶۶۹، ۲۶۷۲، ۲۶۷۵، ۲۶۷۸، ۲۶۸۱، ۲۶۸۴، ۲۶۸۷، ۲۶۹۰، ۲۶۹۳، ۲۶۹۶، ۲۷۰۰، ۲۷۰۳، ۲۷۰۶، ۲۷۰۹، ۲۷۱۲، ۲۷۱۵، ۲۷۱۸، ۲۷۲۱، ۲۷۲۴، ۲۷۲۷، ۲۷۳۰، ۲۷۳۳، ۲۷۳۶، ۲۷۳۹، ۲۷۴۲، ۲۷۴۵، ۲۷۴۸، ۲۷۵۱، ۲۷۵۴، ۲۷۵۷، ۲۷۶۰، ۲۷۶۳، ۲۷۶۶، ۲۷۶۹، ۲۷۷۲، ۲۷۷۵، ۲۷۷۸، ۲۷۸۱، ۲۷۸۴، ۲۷۸۷، ۲۷۹۰، ۲۷۹۳، ۲۷۹۶، ۲۸۰۰، ۲۸۰۳، ۲۸۰۶، ۲۸۰۹، ۲۸۱۲، ۲۸۱۵، ۲۸۱۸، ۲۸۲۱، ۲۸۲۴، ۲۸۲۷، ۲۸۳۰، ۲۸۳۳، ۲۸۳۶، ۲۸۳۹، ۲۸۴۲، ۲۸۴۵، ۲۸۴۸، ۲۸۵۱، ۲۸۵۴، ۲۸۵۷، ۲۸۶۰، ۲۸۶۳، ۲۸۶۶، ۲۸۶۹، ۲۸۷۲، ۲۸۷۵، ۲۸۷۸، ۲۸۸۱، ۲۸۸۴، ۲۸۸۷، ۲۸۹۰، ۲۸۹۳، ۲۸۹۶، ۲۹۰۰، ۲۹۰۳، ۲۹۰۶، ۲۹۰۹، ۲۹۱۲، ۲۹۱۵، ۲۹۱۸، ۲۹۲۱، ۲۹۲۴، ۲۹۲۷، ۲۹۳۰، ۲۹۳۳، ۲۹۳۶، ۲۹۳۹، ۲۹۴۲، ۲۹۴۵، ۲۹۴۸، ۲۹۵۱، ۲۹۵۴، ۲۹۵۷، ۲۹۶۰، ۲۹۶۳، ۲۹۶۶، ۲۹۶۹، ۲۹۷۲، ۲۹۷۵، ۲۹۷۸، ۲۹۸۱، ۲۹۸۴، ۲۹۸۷، ۲۹۹۰، ۲۹۹۳، ۲۹۹۶، ۳۰۰۰، ۳۰۰۳، ۳۰۰۶، ۳۰۰۹، ۳۰۱۲، ۳۰۱۵، ۳۰۱۸، ۳۰۲۱، ۳۰۲۴، ۳۰۲۷، ۳۰۳۰، ۳۰۳۳، ۳۰۳۶، ۳۰۳۹، ۳۰۴۲، ۳۰۴۵، ۳۰۴۸، ۳۰۵۱، ۳۰۵۴، ۳۰۵۷، ۳۰۶۰، ۳۰۶۳، ۳۰۶۶، ۳۰۶۹، ۳۰۷۲، ۳۰۷۵، ۳۰۷۸، ۳۰۸۱، ۳۰۸۴، ۳۰۸۷، ۳۰۹۰، ۳۰۹۳، ۳۰۹۶، ۳۱۰۰، ۳۱۰۳، ۳۱۰۶، ۳۱۰۹، ۳۱۱۲، ۳۱۱۵، ۳۱۱۸، ۳۱۲۱، ۳۱۲۴، ۳۱۲۷، ۳۱۳۰، ۳۱۳۳، ۳۱۳۶، ۳۱۳۹، ۳۱۴۲، ۳۱۴۵، ۳۱۴۸، ۳۱۵۱، ۳۱۵۴، ۳۱۵۷، ۳۱۶۰، ۳۱۶۳، ۳۱۶۶، ۳۱۶۹، ۳۱۷۲، ۳۱۷۵، ۳۱۷۸، ۳۱۸۱، ۳۱۸۴، ۳۱۸۷، ۳۱۹۰، ۳۱۹۳، ۳۱۹۶، ۳۲۰۰، ۳۲۰۳، ۳۲۰۶، ۳۲۰۹، ۳۲۱۲، ۳۲۱۵، ۳۲۱۸، ۳۲۲۱، ۳۲۲۴، ۳۲۲۷، ۳۲۳۰، ۳۲۳۳، ۳۲۳۶، ۳۲۳۹، ۳۲۴۲، ۳۲۴۵، ۳۲۴۸، ۳۲۵۱، ۳۲۵۴، ۳۲۵۷، ۳۲۶۰، ۳۲۶۳، ۳۲۶۶، ۳۲۶۹، ۳۲۷۲، ۳۲۷۵، ۳۲۷۸، ۳۲۸۱، ۳۲۸۴، ۳۲۸۷، ۳۲۹۰، ۳۲۹۳، ۳۲۹۶، ۳۳۰۰، ۳۳۰۳، ۳۳۰۶، ۳۳۰۹، ۳۳۱۲، ۳۳۱۵، ۳۳۱۸، ۳۳۲۱، ۳۳۲۴، ۳۳۲۷، ۳۳۳۰، ۳۳۳۳، ۳۳۳۶، ۳۳۳۹، ۳۳۴۲، ۳۳۴۵، ۳۳۴۸، ۳۳۵۱، ۳۳۵۴، ۳۳۵۷، ۳۳۶۰، ۳۳۶۳، ۳۳۶۶، ۳۳۶۹، ۳۳۷۲، ۳۳۷۵، ۳۳۷۸، ۳۳۸۱، ۳۳۸۴، ۳۳۸۷، ۳۳۹۰، ۳۳۹۳، ۳۳۹۶، ۳۴۰۰، ۳۴۰۳، ۳۴۰۶، ۳۴۰۹، ۳۴۱۲، ۳۴۱۵، ۳۴۱۸، ۳۴۲۱، ۳۴۲۴، ۳۴۲۷، ۳۴۳۰، ۳۴۳۳، ۳۴۳۶، ۳۴۳۹، ۳۴۴۲، ۳۴۴۵، ۳۴۴۸، ۳۴۵۱، ۳۴۵۴، ۳۴۵۷، ۳۴۶۰، ۳۴۶۳، ۳۴۶۶، ۳۴۶۹، ۳۴۷۲، ۳۴۷۵، ۳۴۷۸، ۳۴۸۱، ۳۴۸۴، ۳۴۸۷، ۳۴۹۰، ۳۴۹۳، ۳۴۹۶، ۳۵۰۰، ۳۵۰۳، ۳۵۰۶، ۳۵۰۹، ۳۵۱۲، ۳۵۱۵، ۳۵۱۸، ۳۵۲۱، ۳۵۲۴، ۳۵۲۷، ۳۵۳۰، ۳۵۳۳، ۳۵۳



(۲) وسیلۃ الطالبین الی محبت رب العالمین فارسی (اوراد نمبر ۴۱) ہے، اس کا مصنف میرزا  
مین تحریر کرتا ہے،

”بعدنی گوید متعلم فقیر خاکپائے صغیر و کبیر کمال عز کرئی“

مصنف کا پورا نام مخدوم کمال الدین عرف شیخ کالو ہے، ویساچہ سے معلوم ہوتا ہے،  
کہ یہ شیخ حسام الدین مانپوری، خلیفہ قطب العالم نور الدین احمد بن عمر بن اسعد لاہوری کا مرید  
اسلئے یہ یقیناً کراہ مانپور کا باشندہ تھا جس کو اس نے الکرئی سے ظاہر کیا ہے،

بنابرین اس پر نگرائیے اور آؤنات کے نسخوں میں المعروف بکری اسی کراہ مانپور کی  
طرف نسبت قرار پائے گی، اور چونکہ یہ قدیم رواج کے مطابق ہے، اسلئے اس کو غلط بھی نہیں  
کہا جاسکے گا، اب الکرئی رہ جاتا ہے، جیسا کہ ہمارے کتاب خانہ کے دونوں نسخوں میں ہے میر  
دانت میں کاتب اصل کی غلطی سے الکرئی کی جگہ الکرئی ثبت ہو گیا ہے، اور یا کتاب کے کسی  
نسخہ میں خود مصنف نے کئی سکذری وغیرہ کے ماتحت الکرئی بحدت و آخر لکھا ہے،

بہر حال یقین ہے کہ شرح مخزن اسرار کا مصنف کراہی یعنی کراہ مانپور کا باشندہ ہے،  
مگر اس کے خاندان کا اصل وطن بلخ تھا، اسی لئے وہ اپنے آپ کو البلخی بھی لکھتا ہے،

لقب کی حقیقت | بدر اخزانہ کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ یہ شارح کا لقب ہی جو اصل  
میں بدر الدین تھا، موجودہ نسخوں کے منقول عنہ میں ”الدین“ کو خطی مشابہت کے باعث اخزانہ یا  
اخزانہ پڑھا گیا ہوگا، اس کے بعد سے ہی لفظ مروج ہو گیا،

صاحب کشف الظنون نے صرف بدر البلخی لکھا ہے جس سے اس خیال کو تقویت ہوتی  
ہے، کہ بدر مصنف کا لقب ہے، اور چونکہ عربی مصنفین عام طور پر لقب سے ”الدین“ کو حذف  
کر کے اس کا پہلا جز و ذکر کرتے ہیں، اس لئے ہم یہ مان لینے میں ذرا بھی تاثر نہیں کرتے کہ

صاحب کشف کا مقصد بدر الدین البلخی ہے،

اصل نام کی تحقیق | اب ہمیں نسخہ کتاب خانہ رام پور، نمبر ۵۹ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اس  
میں تمام دوسرے نسخوں کے خلاف مصنف کا نام مظهر بن تمام درج ہے، اگر ہم تھوڑی دیر کیلئے  
تمام نسخوں سے یہ لکھ کر قطع نظر کر لیں، کہ یہ سب ایک اصل سے منقول ہونے کے سبب ایک نسخہ  
کے برابر ہیں، اور اسلئے نسخہ نمبر ۵۹ کے مقابلہ میں ان کے بیان کو ترجیح نہیں دی جاسکتی، تو پھر ہم  
یہ جستجو کرنے پر مجبور ہوں گے، کہ یہ مظهر کراہی کون شخص ہے،

تذکرہ کی کتابوں میں ایک صاحب علم و فضل شاعر مظهر کراہ کا ذکر نظر آتا ہے، اور ٹیل کاچ  
میگزین، ماہ مئی ۱۹۳۵ء میں پروفیسر محمد وحید مرزا صاحب نے اس کے دیوان کے ایک نسخہ کے سلسلے  
میں، جو حکیم آشفۃ صاحب لکھنوی کی ملک ہے، ایک مقالہ سپرد قلم فرمایا تھا، اس مقالہ کے ساتھ  
فاضل محترم مولانا محمد شفیع صاحب پرنسپل اور ٹیل کاچ لاہور نے تمام ان کتابوں کے اقتباسات  
شامل کر دیے ہیں جن میں مظهر کراہ کا تذکرہ ہے، اور تجاۃ ملا صوفی مازندرانی سے اس کے قصائد  
وغزلیات کے اشعار بطور ضمیمہ نقل فرمائے ہیں،

جولائی ۱۹۳۵ء کے رسالہ معارف، اعظم گڑھ میں مخدومی نواب صدربار جنگ بہادر مولانا  
حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی نے ایک مضمون تحریر کیا ہے، جس میں مظهر کے قصائد کے ایک جدید  
نسخہ کی اطلاع دیتے ہوئے اس کے حالات زندگی پر اس کے کلام کی روشنی میں نظر ڈالی ہے، مذکورہ بالا  
مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ

مظهر کراہ مانپور کا باشندہ تھا، جوال آباد کے قریب اس عہد میں صوبہ کا صدر مقام تھا، باپ کا  
نام معلوم نہیں لیکن وہ بھی شاعر اور شاہ وقت کے دربار سے منسلک تھا، مظهر نے مختلف  
علوم و فنون کی باضابطہ تعلیم حاصل کی تھی، اور شعر گوئی کیساتھ ساتھ علوم کا درس بھی دیتا تھا،



یہ فیروز شاہ تغلق اور اس کے عہد کے امراء کی سرکاروں کا مدارج تھا، چنانچہ عین الملک کی طرف سے اسکو صلہ میں جاگیر بھی عطا ہوئی تھی،

کہا جاتا ہے کہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی سے شرفِ ارادت حاصل تھا، اس لئے انکی وفات پر ایک مرثیہ بھی لکھا ہے، جو دیوان میں موجود ہے، لیکن شجرہ منظر میں نظام الدین اولیا کے بعد رکن حقیقت نام ملتا ہے، جو کسی رکن الدین کی طرف اشارہ ہے، اس کا دیوان عرصہ تک غیر مرتب پڑا ہوا، مولانا محمد صوفی مازندرانی نے گجرات میں اس غیر مرتب دیوان کا ایک نسخہ پایا، اور اس کو مرتب کر کے شائع کیا، اس نسبت سے اس کو بعض تذکرہ نویس نے گجراتی لکھ دیا ہے،

سنہ وفات کا پتہ نہیں چلتا، لیکن اسکے ایک قصیدہ میں سنہ کا ذکر آگیا، ڈنیزدہر قصیدہ سے جو محمد شاہ بن فیروز شاہ تغلق کی مدح میں ہے، یہ نتیجہ نکلتا ہے، کہ یہ سنہ تک جو شاہ مذکور کی تخت نشینی کا سال ہو بقید حیات تھا،

اسکی تصنیفات میں دیوان کے علاوہ ایک رسالہ نصیبِ اخوان ہے، جو سنہ ۸۷۷ میں نصاب الصبیان فراہی کے جواب میں لکھا گیا تھا،

اس کے کلام میں جن شعراء کا تذکرہ ملتا ہے، وہ سعدی، جمال الدین، نزاری، کمال، صفائی، بدیع الہمدانی، رضی نیشاپوری، معزی، غفری، فردوسی، انوری، خاقانی، فرید، عسجدی، عمیق،

سنائی، ہمام، ظہیر وغیرہ ہیں، (انتی لخصاً)

مظہر کثرہ کے مذکورہ بالا خلاصہ حالات کو سامنے رکھ کر جب شرح میں مندرج سوانحی اشارات کو دیکھا جائے، تو دونوں ایک شخصیت پر منطبق ہو جاتے ہیں،

(۱) آدایہ کہ مظہر کثرہ شاعر اور مظہر المعروف بکری کا زمانہ ایک ہے، صرف یہ فرق ہے کہ

قصائد سے معلوم ہوتا ہے، کہ مظہر شاعر سنہ ۸۹۰ء تک بقید حیات تھا، جو محمد شاہ کی تخت نشینی کا سال ہے اور شرح سے پتہ چلتا ہے، کہ مظہر کثری سنہ ۸۹۵ء تک زندہ تھا، جو شرح کا سنہ تالیف ہے، اور ظاہر ہے کہ جو شخص سنہ ۸۹۵ء میں زندہ ہو، وہ چھ سال بعد تک زندہ رہ کر سنہ ۹۰۰ء کو پاسکتا ہے،

(۲) دویم یہ کہ قصائد میں مظہر شاعر نے جن شعراء کا ذکر کیا ہے، مظہر کثری نے شرح میں ان میں سے متعدد شعراء کے اشعار کو سند میں پیش کیا ہے، مثلاً فردوسی، انوری، خاقانی، ظہیر، سعدی، سنائی، جلال الدین رومی، مولانا جمال الدین، فرق یہ ہے کہ قصائد میں امیر خسرو اور حسن بھری وغیرہ کا ذکر نہیں، برخلاف اس کے شرح میں ان دونوں بزرگوں کا بارہا حوالہ ملتا ہے، شارح خسرو کو امیر خسرو ترک اللہ کہتا ہے، ایک مقام پر ملک احمد پیر امیر خسرو ترک اللہ کا ایک شعر بھی نقل کیا ہے، جو حسب ذیل ہے، (صفحہ ۸۷ مطبوعہ وصف نسخہ قلمی نمبر ۶۰)

از تیغ ابدار بدہ آب در وفا  
از ہیبت تو خشک شو و خشم را دہا  
ان کے ماسوا ضیاء بخشی، (۸۷۷ء) معیث ہا نسوی حمید قلندر (۸۷۸ء) اور مولانا خواجہ (۸۱۹ء) کا تذکرہ بھی قصائد میں نہیں ہے، مگر استشاد کے ذیل میں ملتا ہے،

لیکن یہ فرق بھی چند ان قابلِ محاط نہیں، کیونکہ فقر کے موقع پر جن شعراء کا تذکرہ نہیں کیا جاسکتا، استشاد کے وقت وہ ذکر میں آسکتے ہیں، بنا برین ممکن ہے کہ مظہر نے ایک جگہ اہم مرتبہ والے شعراء کو پیش کیا ہو، اور اسی نے شرح میں اپنے مطلب کے ثبوت میں اپنے پیشرو اور معاصرین میں سے نسبت کم رتبہ والوں سے مدد لی ہو،

(۳) سیوم یہ کہ مظہر کثری نے ایک مقام پر دماغ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے،

"واین را در نصاب العقلا، شرح گفته ایم درین کل بتامنی توان گفت"

(شرح مخزن، نسخہ مطبوعہ صفحہ ۵)



اسی قسم کی ایک کتاب نصیب اخوان جو فراموشی کی نصاب الصبیاں کا جواب ہے مظهر کڑہ کی تصنیف خیال کی گئی ہے لیکن یہ کہ یہ دونوں نام ایک ہی کتاب کے تین اور شرح کے ہوں؛ لیکن یہ تو اغلب ہے کہ یہ ایک ہی موضوع کی دو کتابیں ہوں، اور چونکہ مظهر کڑہ کی نصیب اخوان، شہہ کی تصنیف ہے اور مظهر کڑی نے شرح میں نصاب العقلاء کا تذکرہ ۹۵ھ میں کیا ہے اس لئے دونوں کے ایک شخص کی تصنیف ہونے پر کوئی تاریخی اعتراض وارد نہیں ہوتا،

(۴) چہارم یہ کہ مظهر کڑہ نے اپنے ایک قصیدہ میں نظام الدین اولیاء کے بعد کسی رکن حقیقت کا ذکر کیا ہے، مظهر کڑی نے اپنی شرح میں شیخ رکن الدین ابوالفتح کا ذکر کیا ہے، میر عزت دیک یہ رکن حقیقت اور رکن الدین ابوالفتح مولانا رکن الدین جعفر ہیں، جو خواجہ نظام الدین اولیاء کے مرید تھے، مرآۃ الاسرار میں لکھا ہے، کہ صاحب ذوق و شوق اور مبتلا سے سماعت تھے، خوشنویس بھی تھے اس لئے اکثر سلطان المشائخ کے لئے کتابین نقل کیا کرتے تھے،

(۵) پنجم یہ کہ مظهر کڑہ شاعر بھی تھا اور صاحب علم و فضل بھی، مظهر کڑی میں بھی یہ دونوں صفات موجود ہیں، اس کے صاحب علم ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ وہ شرح میں مصابیح، صحاح جوہری، تفسیر ابی تفسیر باب، تفسیر عمدہ، شرح غنیص المفتاح، کتاب طبائع ایحوان، تاج الاسامی، دستور الانافضل، جوامع الحکایات غنی، جامع الصنائع، تمذیب المصادر، فتح الباری، شرح الجوامع، لیسج بلخاری، امائی قالی، اور تفسیر کثافات وغیرہ عربی و فارسی کتابوں کے حوالے اور اقتباسات پیش کرتا ہے اور شاعری کی دلیل یہ ہے کہ کتاب کے دیباچہ میں حسب ذیل حمد یہ اشعار بدون انتساب مذکور ہیں،

مرآۃ الاسرار فی، ورق ۲۲، تصنیف شیخ عبدالرحمن حشیشی، جو ۱۰۶۵ھ میں تمام ہوئی،

فحمد الله تحمداً کثیراً  
على ما كسنا ناربداً العبد  
وشكراً لله تحمداً کثیراً  
على ما هداً انا بشكراً النعم  
معرفت آموز شناسندگان  
معصیت آمرز ہر اسندگان،  
عقدہ کشاے دل بہر عنم کشی  
شاد کن سینہ ہر ناخوشی،  
ان کے بعد نعت میں بھی کچھ شعر بدون انتساب درج کئے ہیں جو تا وقتیکہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ کس شاعر کے ہیں، خود شارح ہی کے خیال کئے جا سکیں گے،  
ان اشعار کے ماسوا کتاب میں ایک شعر مظهر کے نام کے تحت بھی مذکور ہے، خواجہ نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے شعر:

گنبد پویندہ کہ پایندہ نیست  
جو بخلاف تو گرا پندہ نیست  
کے سلسلہ میں لکھا ہے، کہ ملک الکلام خاقانی بھی اس مضمون کو اس طرح ادا فرماتے ہیں:-  
آرزوے کہ از جهان خواہیم  
بدد زانکہ مست بے خراست  
لیکن آن دارہ را بہشیاری  
داستاند کہ نیک بدگراست  
اس کے بعد لکھا ہے کہ افضل العصر مولانا مظهر فرماید، بیت،  
در سخاوت بکو دو کاں ماند  
بدد زور، زود و دستا ند  
(نسخہ رامپور نمبر ۵۹)

ہمارے دوسرے نسخہ، نمبری ۶۰ (ص ۲۴۹) میں مظهر کو مظهر لکھا ہے، مگر اس کے ساتھ لفظ فرماید کی جگہ گویہ ہے، نسخہ مطبوعہ میں (۱۵۰) افضل العصر مولانا طبر گویہ مندرج ہے، میری رائے میں یہ لفظ مظهر ہے، اور اصل نسخہ میں عبارت ہوگی "بندہ احقر مظهر گویہ کسی ناقل کتاب نے ازراہ تعظیم کو بدل کر افضل العصر مولانا فرماید کر دیا، اور کسی نے افضل العصر مولانا گویہ رکھا، جو اصحاب عربی زبان سے



واقعہ ہیں، انھوں نے اس قسم کا تغیر عربی کتابوں کے دیا چون میں بارہا دیکھا ہوگا، کہ مصنف نے جہاں اپنے لئے انکسار کے الفاظ لکھے تھے، وہاں شاگردوں نے کتاب نقل کرتے وقت قبطی لفظ درج کئے ہیں،

اگر یہ قیاس صحیح ہو، تو پھر مطہر کردہ کی شارح کتاب کے مطہر کردہ، شاعر ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا، لیکن یہاں یہ امر واضح کر دینا مناسب ہوگا، کہ میں نے نسخہ مطبوعہ کے ظہیر کے پیش نظر سرسری طور پر دیوان ظہیر قاریابی کو دیکھا تھا، اور اس میں یہ شعر نہیں پایا، اگر کسی وسیع النظر بزرگ کو دیوان ظہیر کے بالاستیعاب مطالعہ سے یہ شعر عجائے تو پھر میرا قیاس اس شعر پر مبنی نہ ہوگا، بلکہ اس سے پہلے جو وجوہ میں لکھ چکا ہوں، ان پر میری رائے کی بنیاد قائم رہے گی،

**نتیجہ بحث** | نتیجہ بحث یہ ہے کہ ظہور الاسرار نامی ظہور الحسن بجنوری کی تصنیف نہیں ہے، بلکہ یہ بدالدین مطہر بن قوام بن رستم بن محمود البخی الکرنی نے ۹۵ھ میں تالیف کی تھی، مختلف وجوہ کی بنا پر میرا قیاس یہ ہے کہ یہ مطہر کردہ وہی شخص ہے، جو فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں بنام مطہر کردہ شعر گوئی کے وصف سے موصوف تھا، اور جس کا دیوان تصانیف حال ہی میں دو جگہ دستیاب ہوا ہے، یہ اصلاً تلخ کا ہے، لیکن اس کا باپ کردہ مانچور میں آباد ہو گیا تھا، اس لئے یہ اپنے آپ کو البخی الکرنی لکھتا ہے، اس نے حسب ذیل کتابیں یادگار چھوڑی تھیں،

(۱) دیوان اشعار (۲) شرح سکندر نامہ بری و بحری (۳) شرح مخزن الاسرار (۴) نصیب اخوان (۵) نصاب العلماء،

ان میں سے نمبر ۳ و ۴ اب بھی دستیاب ہوتی ہیں، بقیہ کا پتہ نہیں،

شرح مخزن کے بعض فوائد | قیاس و قیاس کی ابھنوں میں پڑنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس شرح کے بعض دیکھپ اور مفید بیانون کو ذیل میں درج کیا جائے، مولانا نظامی کے شعر:-

نیشہ زنگل آب شکری نشاند، شمع بدستار چہ زری نشاند،  
کے تحت میں شارح لکھتا ہے، کہ تمی ہر چند تلخ است باعتبار تلذذ شیرین بود، و نیز در ہند، می از سکر و گل  
می سازند و آن راعرق گل گویند، چنانکہ مولانا جمال الدین استباجی (؟) گوید:،  
بنو شتم از کتب خوبان دہلی، شہزادی آںچنان کز گل چکد خوی

(ص ۳، نسخہ نمبر ۵۹)

(۲) زینبی کے سلسلہ میں لکھا ہے، کہ در مصر بادشاہ را عزیز گویند، چنانکہ در روم فیض و در چین  
خاقان و فقور، و در شیراز آتابک، و در عراق کسری، و در عرب ملک و سلطان، و در ہند سلطان خوانند  
(ص ۱۴۸- نسخہ مذکور)

(۳) ایک مقام پر لفظ "منشور" کی تشریح میں لکھا ہے، "و منشور در اصطلاح دعوت، و وجہ ساداست  
دشمال و فرمان پادشاہ و خلیفہ را ہم گویند، داین جا فرمان مراد است، و منشور نویس" و سیرا گویند کہ شمال  
پادشاہ خلیفہ را بنویسد" (ایضاً ص ۱۶۰)

اس بیان سے ان لوگوں کی تائید ہوتی ہے، جو لفظ مثل (مجنی فائل) کو حرف ثنا کے ساتھ لکھتے ہیں  
کیونکہ اگرچہ مثل صحیح لفظ نہیں، لیکن بہر نوع ہے تو اسی لفظ کا مخفف جو ث کے ساتھ لکھا جاتا ہے، پس کوئی  
وجہ نہیں کہ اسکو مثل (سین کیساتھ) لکھ کر اصل سے دور کیا جائے،

(۴) سن سپید کو لکھا ہے کہ در ہند سن سپید را جنبہ (چنیہ گویند) (ص ۱۶۲ نسخہ مذکور) اور عود کے متعلق  
لکھا ہے کہ از عودش عود قماری مراد است کہ آرزو ہند دی تیلیہ گویند، در غایت بوئے خوش و سیاہ می باشد  
(ایضاً ص ۱۶۶) شقاقل کے بارے میں لکھا ہے کہ شقاقل بیخ گزر دشتی است کہ بہ ہندی سیالی دہالی  
گویند، (ایضاً ص ۳۰۲)

ان اقتباسوں سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ شارح ہندوستان کا رہنے والا تھا، ورنہ فارسی الفاظ



تھیست ہندی مترادف الفاظ نہ وہ تلاش کرتا اور نہ اسے سہولت کے ساتھ یہ الفاظ ملتے،

(۵) شارح نے شیخ سعدی شیرازی کا حوالہ بارہا دیا ہے، ان مقامات میں سے صرف ایک جگہ تو مصحح الدین سعدی لکھا ہے، باقی تمام مقامات پر مشرف الدین سعدی تحریر کیا ہے، اس سے میں یہ خیال کرتا ہوں کہ آٹھویں صدی ہجری میں ہندوستان کے اندر شیخ کا لقب مشرف الدین زبان زد تھا، اسی لئے مجھے شبہ ہے کہ جہان کتاب میں مصحح الدین ملتا ہے، وہ خود شارح ہی کا لکھا ہوا ہے کتاب کی تحریر نہیں ہے۔

(۶) امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے بھی بہت سے اشعار چابجا ملتے ہیں، ان کے نام کے ساتھ تقریباً ہر جگہ ترک اللہ لقب ضرور لکھا گیا ہے، یہ لقب حضرت نظام الدین اولیاء نے اپنے ترکی النسل مرید کو عطا فرمایا تھا، چنانچہ ایک قصیدہ میں خود خسرو نے اس کا اظہار کیا ہے، فرماتے ہیں :-

برزبانت چون خطاب بند ترک اللہ رفت دست ترک اللہ بگیرد ہم باللہ اش سپا  
معلوم ہوتا ہے کہ آٹھویں صدی میں یہ لقب ان کے نام کا جزو لاینفک بن گیا تھا، اور ایسا کبھی نہیں ہوتا تھا کہ امیر خسرو کا نام بلا ترک اللہ کے لیا جائے،

اس ضمن میں یہ تذکرہ بھی بجا نہ ہوگا کہ شارح نے ایک مقام پر امیر خسرو مرحوم کی ثنوی "دورانی خسرو خان" کے اشعار نقل کئے ہیں، مگر اس کتاب کو عشق نامہ خسرو خان کے نام سے یاد کیا ہے۔

(۷) شارح نے ایک مقام پر سنہ ہجری کے ساتھ چند ادریسین بھی ذکر کئے ہیں جن کا تذکرہ بیان مناسب ہوگا وہ لکھتا ہے :-

بدانک دین وقت کہ از ہجرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہفصد و نو پنج سال است، از خلقت

آدم صلوٰۃ اللہ علیہ تا امروز شش ہزار ہفصد و نو پنج سال گزشتہ است، اما از خلقت

جہان تا وقت طوفان ہر قوم نوح علیہ السلام ایک لکھ ہشتاد ہزار سال گزشتہ بود و این تاریخ

علائی و ناصری و غوری است و از طوفان نوح پیغمبر علیہ السلام تا این وقت چار ہزار چار

صد و دو شش سال شدہ، نسخہ نمبر ۵ ص ۲،

اس عبارت میں تاریخ علائی و ناصری و غوری قابل غور ہے،

(۸) ایک مقام پر شارح نے لفظ خرگاہ کے متعلق بڑا دلچسپ تاریخی نکتہ لکھا ہے،

"وخرگاہ را سلطان محمد شاہ بن تغلق شاہ نور اللہ مرقدہ خرگاہ نام کردہ سبب کراہیت لفظ خرگاہ

از ان روز باز در دیار دہلی خرگاہ میگویند (ایضاً صفحہ ۳۵۳ و ۳۵۴)

میں نے عمدتاً تغلق کی تاریخوں پر سرسری نظر ڈالی، مگر یہ واقعہ نہیں ملا، اگر حقیقتاً تاریخوں میں اس کا ذکر

نہیں آیا ہے، تو محمد تغلق کی خوش ذوقی کی ایک اہم شہادت دستیاب ہوتی ہے، اور اگر مذکور ہے، گو میری

نظر نہیں پڑی، تو یہ تاریخ کے بیان کی مزید شہادت قرار پاتی ہے، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَاٰخِرًا

### ضرورت ترجمین

عربی فارسی و انگریزی سے براہ راست شستہ درشتہ سلیس اردو زبان میں ترجمہ کرنے والوں

کی ضرورت ہے، جو مناسب اجرت پر علمی، ادبی، تاریخی، نیز متفرق علوم و فنون کی کتابوں اور رسائل

کے مضامین کا ترجمہ کر سکیں، کسی ایک زبان اور اردو کا جاننا کافی ہے، علمی قابلیت نیز تجربہ کے

متعلق تفصیل سے جواب آنا ضروری ہے،

نوٹ :- ہر قسم کی اردو و فارسی، عربی، انگریزی کتابیں مطبوعات ہندوستان، ایران، مصر

یورپ امریکہ وغیرہ ہماری معرفت نسبتہ ارزان قیمتوں پر مل سکتی ہیں، شایقین اپنے اسمائے گرامی او

کمل پتوں سے مطلع فرمادیں تاکہ جدید فرستین وقتاً فوقتاً ارسال کیا سکیں،

پتہ ذیل پر خط و کتابت کریں

شباب کینی پوسٹ بکس ۲۶۱ سہیلی نمبر ۳



## قصص اہل حق

از

پروفیسر سید نواب علی صاحب سابق وزیر تعلیم ریاست جوناگڑھ  
ہمارے محترم سید نواب علی صاحب سابق وزیر تعلیم جوناگڑھ نے ملازمت سے سبکدوشی کے بعد  
لکھے پڑھے میں بھی قریب قریب خاموشی کی زندگی اختیار کر لی تھی، لیکن پھر حالات نے انہیں  
اس خاموشی کے توڑنے پر مجبور کیا، چنانچہ آج کل وہ قصص قرآنی کے حکم و مصالح اور دوسرے  
صحیفوں کے قصص و مقابلہ میں اسکی خصوصیات پر ایک کتاب لکھ رہے ہیں، جس کا ایک ٹکڑا  
انہوں نے معارف میں اشاعت کے لئے بھیجا ہے، جو ناظرین کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

انسان نے جب اس عالم رنگ و بو میں قدم رکھا ہو، قدرت کے مناظر و مظاہر خصوصاً  
اجرام سماوی نے اسے اپنی طرف ایسا متوجہ کر لیا، کہ اس عالم حیرت میں اس نے گوناگون واقعات  
حوادث اور فصول کے انقلابات کو جو اس کے لئے ایک معما بنے ہوئے تھے، خوف ورجا کی رنگین  
عینک سے دیکھ کر عالم خیال میں اپنے لئے ایک نئی دنیا آباد کر کے داستان سرانی شروع کی، اس  
نئی دنیا کی مخلوق اگرچہ اسی کی طرح چلتی پھرتی، کھاتی پیتی اور لڑتی جھگڑتی تھی، لیکن اس کے  
واہم نے ان کی صورتیں عجیب غریب اور قوتیں مافوق العادۃ تصور کیں، پھر گیتوں اور نظموں کے ذریعہ  
سے دیوتا اور دیویاں جن اور پری، دیو اور بھوت وغیرہ کا حلقہ دام خیال بن کر مذہبی حیثیت سے  
تسلیم ہونے لگا، مثلاً اگر ہمالیہ کی برہمنی چوٹیوں پر اندر کا اکھاڑ قائم ہے، تو یونان کے الپس پہا

پرزئیں کا پرستان ہے، اگر وادی نیل میں اُسائرس اور آئی سس کے آسمانی دربارین نیک اور بد روجوں  
کا جھگڑا ہے، تو بابل اور نینوا کے دیوتاؤں مردوخ اور اشور کے طلسمی قلعہ میں عجائبات کا عالم نظر آتا ہے  
غرض کہ قدیم انسان کی داستان سرانی کا یہ پہلا دور تھا، جو اسکی دماغی نشوونما کو عہد طفولیت  
کا خواب اور افسانہ ہے،

دوسرا دور اس وقت سے شروع ہوتا ہے، جب مشاہیر قوم کے کارنامے ایسے مبالغہ آمیز  
اور مافوق العادۃ پر ایہ میں بیان کئے گئے کہ ان ہندگوں کو جوش غلو میں دیوتاؤں سے ملا  
یا خود دیوتاؤں کو ان میں حلول کیا ہوا تصور کیا، اس طرح تو ہم پرستی  
کے ساتھ اسلاف پرستی بھی جس میں بالکل شعراء کی سحر کاریوں نے چار چاند لگا دیئے، مقبول تھا  
و عام ہو گئی، ہومر کی ایلید و یاس کی مہا بھارت و الیسی کی راتائن، عجم کے شاہنامے جو رزم و بزم  
کے مشہور شاہکار ہیں، اصل میں ایک ہی قوت تخیل کے متلاطم سمندر کی اٹھتی ہوئی موجیں ہیں، اور  
جذبات انسانی کی سچی تصویریں، ان میں کہیں بلند افکار روشن خیالی اور اخلاق فاضلہ کے رنگ ہرنگ  
پھول کھلے ہوئے ہیں، اور کہیں مفرخات کے کنکر پتھر، اور لغویات کے کانٹے بچھے ہوئے ہیں، مثلاً  
مہا بھارت میں سرسی کرشن ارجن کو میدان جنگ میں فلسفہ عمل اور وحدت وجود کی الہامی تعلیم جو گیتا  
کے نام سے مشہور ہے، ایسی دقیقہ سنجی سے دیتے ہیں، کہ افلاطون کی اشراقیت اسکے سامنے باز پیکر  
اطفال معلوم ہوتی ہے، لیکن پھر اسی مہا بھارت میں دیوتاؤں کے شرمناک افسانے جن کا اثر اخلاق  
پر نہایت بُرا پڑتا ہے، مذکور ہیں، اسی طرح ایلید میں یونانیوں کے حب وطن عزم باجزم اور دلیری  
اور جانبازی کی داستانیں افسانہ جذبات عالیہ کی دلکش تصویر کھینچ دیتی ہیں، لیکن پھر اسی کتاب میں  
یونانیوں کی معبودا عظیم زئیس کی بیٹی ہن کی عصمت فردشی اور جنگ عظیم کا باعث قرار پانا نفرت  
اور حقارت کی جذبات پیدا کرتی ہیں، خصوصاً جب مشرقیت اور مغربیت کا یہ فرق بھی پیش نظر



ہوتا ہے کہ مادر ہند کی مجسمہ و فاد محبت سیتا باوجودیکہ اسکی عصمت راون کے محل میں محفوظ رہتی ہو، جب لنگ کے فتح کے بعد اس کو طعنہ دیا جاتا ہے، تو وہ غیرت منداگ میں کود کر اپنی عصمت کی شہادت دیتی ہے لیکن فقہ روزگار یونان کی بن اپنے عاشق کے ساتھ مفرد ہو کر عیش و عشرت میں مشغول ہوتی ہے، پھر جب رٹاے فتح ہو جاتا ہے، اور اس کا عاشق مجروح ہو جاتا ہے، تو وہ اپنے وطن میں پھر اپنے شوہر کے ساتھ واپس آکر اسی طرح رہنے سننے لگتی ہے، اسی طرح رٹاے فتح کر کے جب شاہ یونان اگاممن دس برس کے بعد وطن واپس آتا ہے، تو اسکی ملکہ کلائم نسر جس نے ان ایام میں شوہر کے ایک عزیز سے آشنائی کر لی تھی، بادشاہ کو غصی نے میں پھنڈا ڈال کر جکڑ لیتی ہو پھر پست سے اس کا آشاہ تر سے فاتح رٹاے کامراڈ ادیتا ہے، برعکس اس کے مہابھارت میں پری شکنتا کا شوہر، راجہ دشت اور ماہر و دینی کا شوہر راجہ نل بدتون ان کو چھوڑ کر ذلیل و خوار رکھتے ہیں، لیکن وہ محبت اور وفا کی پتلیاں طرح طرح کی تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کر کے انہی شوہروں کے نام پر عصمت کے ساتھ جیتی ہیں، اور آخذین پھر اپنے شوہروں سے ملکر مسرت و نیکنہی کے ساتھ زندگی بسر کرتی ہیں، سچ کہا گیا ہے کہ مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب، اور دونوں کبھی زمین گے، بنیگ بحر مند بحر دم سے الگ ہی بیان تو ابدار موتی بھی نکلتے ہیں، مگر وہاں خود بخود دریائی جانور!

بین تھادست رہ از کجاست تا بکجا

داستان سرائی کا تیسرا دور جانور دن کی زبان سے امثال و حکایات پر مشتمل ہے، سب سے پہلے ہند قدیم میں یہ طرز اختیار کیا گیا، پختہ پسترا اور بتو پدیش اس صنف کے مشہور مجموعے ہیں، اور اگرچہ ان کی غایت اخلاقی تعلیم تھی، لیکن چونکہ عقیدہ تناخچند پرندہ شجر، کھڑے کھڑے وغیرہ ہر شے میں عمل پیرا یقین کیا جاتا ہے، اسلئے یہ کہانیاں اور کہانیاں خاص و عام سب میں مقبول ہو گئیں

یونان کا ایسپ جو چھٹی صدی قبل مسیح میں حکیم فثیا غورث کا مبعصر تھا، اسے مستفید ہوا، اور اپنی شہرہ آفاق کہانیاں لکھیں، پختہ پسترا کا ایک جزو نوشیردان عادل کے حکم سے یہودی زبان میں ترجمہ ہوا، پھر حبشہ میں نے ایران فتح لیا تو خلیفہ منصور عباسی کے عہد میں عربی میں ترجمہ کیا گیا، اور بعد کو ہی کلیہ و دمنہ فارسی اور یورپ کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوا،

دنیا سے قدیم کے آریہ نسلوں میں جب داستان سرائی کا یہ رنگ تھا، تو سامی نسل کی ایک چھوٹی سی منتخب روزگار قوم بنی اسرائیل نے ایک ایسا طرز اختیار کیا، جس کی نوعیت جداگانہ ہے، اس قوم کے مورث اعلیٰ حضرت ابراہیم نے اس کو توحید کی تعلیم دی تھی، جس کا اثر یہ ہوا کہ جب تعدد والہ کا عقیدہ باطل قرار پایا، تو دیوتاؤں اور دیویوں کے تھے کہانیاں لغویات میں داخل ہو گئیں، اب اس قوم کے واقعات و حوادث کی داستانیں مورخانہ حیثیت سے بیان ہونے لگیں، اگرچہ ان پر خرق عادات کا رنگ چڑھا ہوتا تھا، یہ رنگ اصنام پرستوں کے میل جول اور بیت المقدس کی تباہی اور یہود کی خانہ ویرانی کی باعث اصلی صحیفوں کے ضائع ہو جانے سے ایسا گہرا ہو گیا، کہ اصلیت پر پردہ پڑ گیا، اب مروجہ تورات و اناجیل کی یہ حالت ہے کہ وہ ایک ایسی ہزارہ دانہ والی بسیجین ہیں جن میں سچے اور جھوٹے موتی ایک ساتھ پردے ہوئے، مثلاً تورات کتاب الملوک اول باب ۸ میں حضرت سلیمان بیت المقدس کو تعمیر کر کے خداوند یہوئی کی تقدیس و تہلیل کر کے توحید و تقویٰ کی تعلیم مؤثر پیرایہ میں دیتے ہیں، لیکن پھر اسی کتاب کے باب ۱۱ میں آپ کی طرف کفر و بت پرستی منسوب ہے، اسی طرح حضرت داؤد کی خدا پرستی اور بزرگی کی شہادت اس کتاب کے باب ۱۱ میں خود خدا دیتا ہے، اور آپ کے نعمات نبو سے مناجات اور خشیت الہی کی موثر تصویر کھینچ جاتی ہے، لیکن پھر کتاب دوم صموئیل باب ۱۱ میں ایک فوجی افسر اوریا کی بیوی سے آپ کا ناجائز تعلق اور شوہر کو قتل کر اگر عورت سے عقد



تھے کہانیان اور شاعرانہ خیال بندیان جو عالم خلق و امر کے مشعلق دنیا کی دیو مالون اور قدما کی مذہبی کتابوں میں مذکور ہیں، نظر انداز کر کے ان کے بجائے حقیقت حال کو آشکارا کرنے کے لئے نظام و ترتیب عالم تو اسے فطرت اور قوانین قدرت کی طرف انسانی ذہن کو منتقل کر کے موثر پیرایہ میں علوم و معارف کے اکتساب و انکشاف کا شوق دلایا گیا ہے، اس قسم کی آیات قرآن مجید میں ۵۰ سے زائد ہیں، مثلاً

وَمِنْ آيَاتِهِ اَنْ خَلَقَ مِنْ تَرَابٍ  
اور اسکی نشانیوں سے یہ کہ تم کو بنایا مٹی سے  
ثُمَّ اَدَّاْنَاكُمْ بَشَرًا تَنْشُرُوْنَ  
پھر اب تم انسان ہو، زمین میں پھیلے پڑے  
مِنْ آيَاتِهِ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ  
اور اسکی نشانیوں سے یہ کہ بنا دے تمھارے  
اَنْفُسَكُمْ اَزْ وَاَجَابَ السَّكَوَاتِ لِهَا  
واسطے تمھاری قسم سے جوڑے کہ جن سے  
وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً  
ان کے پاس اور رکھا تمھارے بیچ میں پیار  
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ  
اور مہربانی، البتہ اس میں بہت پتے کی  
وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَ  
بائیں ہیں، ان کے لئے جو دھیان کرتے  
الْاَرْضِ وَاخْتِلَافَ السِّنِّ  
ہیں، اور اسکی نشانیوں سے ہے آسمان  
وَالْوَاغِيَّ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ  
اور زمین کا بنانا، اور طرح طرح کی بولیاں  
لِّلْعٰلَمِيْنَ، وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَّا مَكْرُ  
تمھاری، اور رنگ اس میں بہت نشانیان  
بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُمْ مِنْ  
ہیں سمجھنے والوں کو، اور اسکی نشانیوں سے  
فَضْلِهِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ  
ہے تمھارا سونا رات میں اور دن میں، اور  
يَسْمَعُوْنَ وَمِنْ آيَاتِهِ يُرْسِلُ الْبَرْقَ  
تلاش کرنا اور کئے فضل سے، اس میں بہت  
خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ  
پتے ہیں، ان کو جو سنتے ہیں، اور اس کی

کوبینے کی لغو داستان بت پرستوں کے دیوتاؤں کے حرکات کی طرح مذکور ہے، خیر تو ریت میں عصمت انبیاء تو خاک میں ملتی ہی ہے لیکن مسئلہ توحید اصنام پرستوں کے اوہام اور قصے کہانیوں میں غائب نہیں ہونے پاتا، لیکن انجیل میں یہ حالت بھی نہیں رہتی، حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ اور ثالث ثلثہ کہا جاتا ہے، جیسے قدیم مصر میں اسارس اسکی بیوی آئی سس اور اس کا بیٹا ہورس مانے جاتے تھے، یا جیسے قدیم یونان میں دیوتاؤں کی تثلیث کا عقیدہ تھا، واقعی انسانی تخیل بھی عجب چیز ہے۔

گاہ مری نگاہ تیز چرگ کی دل وجود گاہ ابھ کے رنگی میرے توہمات میں  
آخر وہ وقت آیا جب ایک پاک نظر جس کی صفت مَا ذَا غَالِبُ صَرَ وَمَا طَغَى تھی دل  
وجود کو چیر کر حقیقت کا آئینہ دار بن گیا اور قدرت کے مناظر و مظاہر اور اقوام عالم کے حوادث و واقعات جو توہمات اور خرق عادت میں ابھکے ہوئے تھے، ایک ہی قادر مطلق اور موثر حقیقی  
کہ قانون کی پابندی میں منظم ہو کر اہل نظر کے لئے عبرت و بصیرت ہو گئے، اس اجمال کی تفصیل  
آئندہ اوراق میں بیان ہوگی، یہاں پہلے وہ چند خصوصیتیں ذہن نشین کر لینا چاہی، جو قصص قرآنی کا تفصیلی  
قصص قرآنی کی خصوصیات سے گانہ :-

اول حسن انتخاب | داستان سرائی انسان کا فطری شوق ہے، اور ہر زمانہ میں ہر قوم نے اپنے  
مبلغ علم کے مطابق اس کا اظہار کیا ہے، متقدمین کے یہاں اگر قصص حکایات اور امثال کی کثرت  
تھی، تو متاخرین کے یہاں ناول ڈرامہ انساہ اور چھوٹی چھوٹی نفسیاتی کہانیوں کے انبار ہیں  
قرآن مجید کی تعلیم میں چونکہ فطرت انسانی کا بخار کھا گیا ہے، اس لئے قصص بھی مذکور ہیں، لیکن  
وہی قصص جو اہم سابقہ کے عروج و زوال اور ان کے افعال کے نتائج سے متعلق ہیں، اس طور سے بیان  
کئے گئے ہیں جن سے فکر اور عبرت حاصل ہو، نہ محض داستان سرائی کی لذت، ساتھ ہی وہ تمام



مَاءٌ فَنَجَّى بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا  
 اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ  
 وَمِنْ آيٰتِهِ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَاوَاتُ وَالْاَرْضُ  
 بَاَحَدٍ تُعْرَا اِذَا دُعِيَ لِدَعْوَةٍ مِّنْ  
 الْاَرْضِ اِذَا اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ وَلَهُ مَنَ  
 فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلِّ لَهٗ  
 قَانُوْنَ وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدُءُ الْخَلْقَ  
 ثُمَّ یُعِیْدُہٗ وَہُوَ اٰھُوْنَ عَلَیْہِ  
 وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ  
 وَالْاَرْضِ وَہُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ  
 (سورۃ الروم ۲۷)

نشانوں سے یہ کہ دکھلاتا ہی تم کو کبھی  
 ڈرا اور امید کے لئے اور اتارتا ہے آسمان  
 سے پانی، پھر زندہ کرتا ہے اوس سے  
 زمین کو مر گئے پیچھے اس میں بہت پتے ہیں  
 ان کے لئے جو سوچتے ہیں، اور اسکی نشانوں  
 سے یہ کہ کھڑا ہے آسمان اور زمین اس کے  
 حکم سے، پھر جب پکارے گا تم کو ایک بار  
 زمین میں سے، اسی وقت تم نکل پڑو گے  
 اور اسی کا ہی جو کوئی آسمان اور زمین  
 میں سب اس کے حکم کے تابع ہیں، اور وہی  
 ہے جو پہلی بار بناتا ہے، پھر اسکو دہرائے گا  
 اور وہ آسان ہے اس پر، اور اسکی شان  
 سب اوپر ہی، آسمان اور زمین میں، اور

مردی کی زبردستی لکھتے ہیں

دوم خوبی تقرت | انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا کی جلد دوم طبع جدید میں بائبل پر جو فاضلانہ اور مضبوط  
 مضمون تحریر کیا گیا ہے اس کے ایک مقام میں لکھا ہے،

”حرفہ دراز تک کتب مقدسہ کا مطالعہ جرح و تعدیل کے مستند اصول سے محروم رہا، ایہو  
 شخص اس عبرانی نسخہ کی پیروی کرتے تھے جس کی نسبت یہ مشہور تھا، کہ غالباً دوسری عیسوی  
 میں جمع کیا گیا، اور بعد ازاں احتیاط سے محفوظ رکھا گیا، لیکن اس نسخے میں چند تحریفیں  
 تو ایسی ہیں، جو اب حافات نظر آتی ہیں، اور غالباً ایک کافی تعداد تک ایسی تحریفیں“

بھی موجود ہیں جن کی شاید اب یا کبھی پورے طور سے قلمی نہ کھل سکے۔

قرآن مجید نے اس حقیقت کو ساڑھے تیرہ سو برس سے زائد عرصہ گزرا آشکارا کر دیا تھا،  
 حضرت لوطؑ اور ان کی بیویوں کا نقشِ قصہ، حضرت ہارونؑ کا گوسالہ بنانا، حضرت داؤدؑ اور قصہ داؤدؑ  
 حضرت سلیمانؑ اور سب پرستی غرضکہ اس قسم کی داستانیں آج تک مردِ جہم و عہدِ عتیق میں منتقل ہیں لیکن  
 قرآن ان کو محرف اور لغو قرار دیکر تھرتھرتا صبح کے ساتھ ان خاصانِ خدا کے سچے نقشے سناتا ہے، پھر  
 ایک نفسیاتی پہلو بھی ملحوظ رہتا ہے، وہ یہ کہ قصص میں دلکشی زیادہ تر حسن و عشق کی داستانوں  
 سے پیدا ہوتی ہے، لیکن ان قدیم داستانوں کے پھول ناپاک بیانات کے کانٹوں سے ابچھ  
 ہوتے ہیں، خصوصاً جب کہ شعراء نے خواہ وہ دیاس ہوں یا ہومر طبع آزمائی کی ہو، قرآن مجید میں  
 اول تو اس قسم کے قصص مذکور نہیں، اور جہاں ذکر ہے، مثلاً سورہ یوسف، وہاں اس کا پورا لحاظ ہے  
 کہ بیخ انداز سے کانٹوں کو اٹھا کر پھول چن لئے جائیں، تو ریت کے قصہ یوسف اور قرآن کے سورہ  
 یوسف کا مقابلہ کرو، تو ریت سفر تکوین کے آخری چودہ ابواب، ۳۰ سے ۵۰ تک میں حضرت یوسفؑ  
 کا ذکر ہے، ان میں ایک پورا باب ۳۸، آپ کے بھائی یوذا اور اسکی بہو کی حرام کاری کی شرمناک داستان  
 سے سیاہ کیا گیا ہے، قرآن مجید میں حضرت یوسفؑ کے حالات پوری سورت میں مذکور ہیں، لیکن توڑ  
 کے اس شرمناک باب کے واقعات کا مطلق ذکر نہیں، عزیز مصر کی بیوی کی ہوا سے نفسانی کا جہان ذکر  
 وہ چند لفظوں میں بیان ہو کر یوں ارشاد ہوتا ہے،

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِہٖ وَهَمَّ بِہَا لَوْلَا  
 اِنَّ رَّا بَرَّہَانَ سَرَبَدَ کُنْ لَّکَ لَنْصَرُ  
 عَنْہُ السُّرُوءُ وَالْفَحْشَآءُ اِنَّہٗ مِنْ  
 عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ، (یوسف ۳)  
 البتہ عورت نے فکر کی اسکی، اور وہ عورت کی فکر  
 کرتا، اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھے اپنوب کی قدرتِ نبوی  
 ہوا ہوتا کہ ہم اس سے برائی اور بیجائی کو ہٹائیں  
 البتہ وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں ہی



یہ ہے کلام مجید کی بار بار تیار نشان،

ان هٰذَا الْقُرْآنَ يَقْضَىٰ عَلَىٰ بَنِي

إِسْرَآئِيلَ الْكَتْلَ الَّذِي هُمْ فِيهِ

يَخْتَلِفُونَ وَأَنَّهُ لَيُضَدِّدُ

رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ، (زل - ۶)

کے واسطے،

سوم لطف تکرار | قرآن مجید میں ایک ہی قصہ بار بار متعدد سورتوں میں کہیں بطور اجمال اور کبھی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ مقصود اصلی قصہ خوانی نہیں ہے، بلکہ سامع کے ذہن کو مطیعوں پر لطف و انعام خداوندی اور ظالموں پر قہر و عذاب الہی کی طرف منتقل کر کے ایک قلبی کیفیت پیدا کرنا ہے، پھر جس جس صورت میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے، نئے نئے اسلوب سے قادر الکلامی کے ساتھ مقصود اصلی کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے، جس سے سامع کو لذت تازہ حاصل ہوتی ہے، اس مطلب کی توضیح کے لئے لسان الغیب کے اس شعر پر غور کرو۔

یک قصہ بیش نیست غم عشق داین  
کز ہر کسے کہ می شنوم نامکر راست

ایک اور بھی وجہ ہے وہ یہ کہ ایک ہی قصہ کو بار بار انھوں نے اسلوب سے بیان کرتے وقت اصیت سے اس طرح پردہ اٹھا دیا جاتا ہے کہ داستان سرائی کی لذت کے ساتھ واقعہ کی تصویر بھی سامنے آجائے، مثلاً حضرت ابراہیم اور قصہ نارا، بنی اسرائیل اور مصر سے اخراج وغیرہ وغیرہ جیسا کہ اس کتاب میں ہم آئندہ بیان کریں گے۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن پاک نے جس طور سے اہم سابقہ کے قصص کو حسن انتخاب و خوبی تصرف اور لطف تکرار کے ساتھ بیان کیا ہے، اس کو دوسری صدی ہجری میں کبھی، سعدی، مقاتل، ابن سیلمان وغیرہم نے نظر انداز

کر کے تفسیر و تفسیر میں امرائے دنیا اور اہل کدیت داخل کر دیں اور قصص قرآنی کے چشمہ صفا کو ایسا گندلا کر دیا کہ بعد کو اگرچہ محققین علماء کرام کے مساعی جمید نے ان کو نوا اور باطل ٹھہرایا، لیکن شوق داستان سرائی اور انجوبہ پرستی کی جو بلا عام طور سے پھیل گئی تھی، اس کا اثر زائل نہ ہوا، شاہ ولی اللہ صاحب فوز الکبیرین لکھتے ہیں کہ ایک عارف کا قول ہے کہ جب سے علم تجوید کا رواج ہوا، قرآن کا خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھنا جاتا رہا، اور جب سے مفسرین نے دور از کار روایات بیان کیں، علم تفسیر نادر کا عدم ہو گیا،

مشاہدات خلیل | درختوں سے پھولوں کا گرنا سب ہی دیکھتے ہیں، لیکن یہ نیوٹن کا داغ تھا کہ اس نے ایک مرتبہ باغ میں ایک سیب کو گرتے دیکھ کر کشش کا قانون دریافت کر لیا، بڑھوں کا لاٹھی ٹیکے ہوئے بازاروں میں چلنا، اور مردوں کی لاشوں کا لیجانا سب ہی دیکھتے ہیں لیکن یہ گوتم کے دیدہ عبرت ہیں تھے جن سے وہ ان دردناک نظاروں سے ایسا متاثر ہوا کہ ترک علائق کر کے ریاضات شاقہ کے بعد نردان کی فلسفیانہ راہ نجات کی تعلیم دی،

نظارہ اجرام سماوی | تاروں کا نکلنا اور غائب ہو جانا، چاند کا چمکنا اور پھر چھپ جانا، آفتاب کا طلوع ہونا اور پھر غروب ہو جانا سب ہی دیکھتے ہیں، لیکن یہ بت تراش آؤر کے نور نظر ابراہیم کی نگاہ دور بین تھی جس نے اجرام سماوی کی بدلتی ہوئی حالتوں سے ایک لازوال اور قائم رہنے والے معشوق کی جھلک آسمان کے پردہ زنگاری سے دیکھ کر احب اکا فلین کا نعرہ مادا، اور توحید کی شمع اس طور سے روشن کی کہ اس کی لوسے ستاروں کی طرح بے شمار شمعیں روشن ہو گئیں، اور قیامت تک روشن رہیں گی، ملکوت الشہوات کا یہ مشاہدہ سورہ انفاس میں یوں مذکور ہے،

فَلَمَّا جَنَّ عِلْمُكَ الْدَّيْءَ وَالْكَوْكَبَا  
پھر حسیب اندھیرا کر لیا، اس پر رات نے



قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفْلَحَ قَالَ  
لَا أَحِبُّ الْكَافِلِينَ.....

(انعام - ۹)

دیکھا اوس نے ایک ستارا بولایا  
ہے رب میرا، پھر جب وہ غائب  
ہو گیا، تو بولایا پس نہ نہیں کرتا غائب  
ہو جانے والوں کو،

اگرچہ مردہ عہد حق کے سفر تکوین میں یہ مشاہدہ مذکور نہیں ہے، لیکن یونانی ترجمہ نسخہ  
سینہ کی کتاب جو بتی میں بحجہ موجود ہے، کیا عجیب بات ہے کہ مظاہرہ اجرام سماوی کا معنی خیز  
واقعہ مردہ قورات سے خارج ہے، لیکن قربانی سوختی جس کا ہیودین حضرت ابراہیم کے سیکڑوں  
برس بعد رواج ہوا ہے اس کا قصہ یونان درج ہے :

قصہ طور | ابراہیم نے خداوند سے کہا کہ نہ جانوں کہ میں اس ملک کا وارث ہونگا، جواب ملا  
تین برس کی ایک بچہ اور تین برس کی بکری اور تین برس کا مینڈھا، اور ایک قمری اور ایک کبوتر  
کا بچہ میرے واسطے لا اور اس نے اس کے واسطے یہ سب لیا، اور ان کو بیچ سے دو ٹکڑے کیا  
اور ہر ایک ٹکڑے کے دو ٹکڑے کے مقابل رکھا، مگر پرندوں کے ٹکڑے نہ کئے، تب شکا ری  
پرندے ان لاشوں پر اترے پر ابراہام انھیں ہانکا کیا، ..... اور ایسا ہوا کہ جب سورج ڈوبا  
اور اندھیرا ہو گیا، تو ایک تنور جس سے دھواں اٹھتا تھا، اور ایک جلتی مشعل ان ٹکڑوں کے  
بیچ میں سے گذر گئی، اسی دن خداوند نے ابراہام سے عہد کر کے کہا کہ میں تیری اولاد کو یہ ملک  
دوں گا، (سفر تکوین باب ۱۵)

اب دیکھو قرآن بھی کس طرح اصلیت سے پردہ اٹھاتا ہے، مگر پہلے اس تمہید کو سمجھ لو،  
حضرت ابراہیمؑ دو ہزار سال قبل مسیح اپنے وطن اور کلدانان سے راہِ خدا میں ہجرت کر کے ملک  
شام میں مقیم ہوتے ہیں، اور مصر بھی تشریف لیجاتے ہیں، جیسا کہ سفر تکوین میں مذکور ہے، اس

زمانہ کے مصریوں میں حیات بعد الموت کا عقیدہ عجیب طور سے پھیلا تھا، وہ اپنے مردوں کی لاشوں  
کو عجیب و غریب طریقہ سے جس کی تشریح درج ذیل ہے، اس طرح محفوظ کرتے تھے، کہ آج تک  
اہرام مصر کے گورستانوں سے بحجہ یہ لاشیں جن کو نمی کہتے ہیں ہزاروں سال کے بعد نکلتی ہیں،

نمی بنانے کا طریقہ | آلات دادویہ کے ذریعہ سے مشاق مصری مردے کے دماغ کو پہلے ناک کے  
راستہ سے خارج کر دیتے تھے، پھر پتھر کے ایک چھرے سے جسم کو ایک جانب ٹنگا کر دیکر، دل جگر  
پھیڑ اور آنتیں نکال لیتے تھے، اور خوب صاف کر کے شراب میں جھگو کر خوشبو سے معطر کرتے تھے،  
پھر گوشت کو دادویہ کے ذریعہ سے تحلیل کر دیتے تھے، اور جسم کو خشک کر کے خوشبو دار دادویہ بھر کر  
سی دیتے تھے، پھر ستر دن تک ایک خالص قسم کی دوا میں چھپا دیتے تھے، جس کے بعد غسل دیکر  
دھوین سے جن کو ایک قسم کی گوندین ترکر لیتے تھے، جسم کو اچھی طرح سے لپیٹ دیتے تھے پھر ایک  
تابوت میں رکھ کر بند کر دیتے تھے، اور اس پر دیوتاؤں کی شکلیں بناتے تھے، اور دعائیں لکھ دیتے  
تھے، اور ڈھکنے پر مردہ کا چہرہ نقش کر دیتے تھے، دل، جگر، پھیڑ اور آنتیں جھگو پہلے ہی نکال لیا،  
تھا، ان کو الگ الگ چار گھڑوں میں رکھتے تھے، گھڑے پر ایک ایک موکل پرند کا نقش ہوتا  
تھا، ایک کا شکل انسان دوسرے کا شکل سگ تیسرے کا شکل شغال، اور چوتھے کا شکل باز  
یہ چاروں موکل جن کو خاکتے تھے، گھڑے لئے ہوئے ایک صندوق کے اندر قبر میں رکھ لئے جاتے  
تھے، قدیم مصریوں کا عقیدہ تھا، کہ اس طور سے اگر جسم محفوظ کر دیا جائے تو روح جس کو وہ "با"  
کہتے تھے، (سفید آتش کی شکل کی چڑیا) چین سے رہتی تھی، اور پھر جسم میں حلول کرتی تھی، "ا"

اساؤرس دیوتا کی بہشت میں مزے سے رہتے تھے، یہ دیوتا روح کا بادشاہ ہے، (جیسے  
ہنودین یم راج) اس کے ایک دشمن نے اس کے چودہ ٹکڑے کر ڈالے تھے، مگر اس کی دیوی اسیس  
نے سب پہلے لاش کو مذکورہ بالا طریقہ سے محفوظ کر لیا تب وہ اپنے بیٹے ہورس کی مدد سے زندہ ہو کر



آسمان پر چلا گیا، اور اب مردوں کی روحیں اس کے حضور میں پیش ہوتی ہیں، اور اپنے محفوظ جسموں سے تعلق رکھتی ہیں،

مذکورہ بالا تمہید، خاص کر چار موکل پرند کو پیش نظر لکھ کر اب سنو کہ حضرت ابراہیمؑ نے جس طرح اپنے وطن میں نظارہ اجرام سماوی سے اپنی ستارہ پرست قوم کو توحید کی تلقین کی تھی، مصریوں کی ان عجیب و غریب نبی اور ان کے متعلق عقائد سے متاثر ہو کر خداوند سے یوں دعا فرمائی:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ارْزُقْنِي كَيْفَ  
تُحْيِي الْمَوْتَى قَالَ أُولَئِكَ ثَمَرٌ قَالَ  
بَلَىٰ وَلَٰكِنَّ لِيُطَمِّنَ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ  
أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ لِي  
ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ  
جُزْءًا ثَمَرًا دَعْهِنَّ يَاقِينَ  
سَعْيًا وَاغْلُظْ أَعْيُنَ اللَّهِ عَزِيزٌ  
حَكِيمٌ

(سورہ البقرہ ۲۵۵)

عالم ہوتا ہے چار چڑیاں لو اور ان کو اپنے سے مانوس کر لو (یعنی بلا لو) پھر ہاڑ پر الگ الگ ان کو چھوڑ دو پھر ان کو بلاؤ دیکھو وہ تم سے ملی ہوئی چڑیاں مختلف مقامات کوہ سے اڑتی ہوئی جلدی سے تمہارے پاس پہنچ جائیں گی، اس مثال سے حضرت ابراہیمؑ کے قلب سلیم کو اطمینان ہو جاتا ہے اور یقین کر لیتے ہیں کہ روحوں کی چڑیاں بھی اسی طرح اپنے مالک سے جو ان کو حقیقی طور پر دانہ پانی سے معارف: سید صاحب ان آیات کا ترجمہ خود نہیں کیا تھا اور ان کے پس کرا کے مختلف فیہ معنی کی تعین فرمائی ہے اس لئے ترجمہ چھوڑ دیا گیا

دیتا ہے، ملی ہوتی ہیں، اور خواہ وہ جسم خاکی میں ہوں، یا عالم بالا میں وہ انہیں جب بلائے شوق کے پروں سے اڑتی ہوئی اس کے پاس چلی آتی ہیں، واقعی ایسے پاکیزہ قلوب جو قبل و قال اور توہما سے محفوظ ہوتے ہیں، ان کی طمانیت خاطر کے لئے ایک ادنیٰ سا اشارہ کافی ہوتا ہے، لیکن روایات یہود کا بڑا ہونا، جن کی بنا پر ہماری تفاسیر میں بالعموم قصہ طیوڑمی کی شون سے بھی زیادہ عجیب نظر آتا ہے، حضرت ابراہیمؑ چار چڑیاں لیکر ان کو ذبح کرتے ہیں، پھر سب کو ایک میں ملا کر ان کے ٹکڑے پہاڑ پر الگ الگ رکھ آتے ہیں، اب ان کو پچارتے ہیں، ہر ٹکڑا ہر جزو اڑتا ہوا نظر آتا ہے اور لوٹ پوٹ کر پھر چاروں چڑیاں زندہ ہو جاتی ہیں، اور حضرت ابراہیمؑ کو مردوں کے جی اٹھنے کا یقین آ جاتا ہے، اسماں اللہ یہ وہی سفر تکوین کی قربانی سوختی کے قصہ سے ملتی جلتی داستان ہے مگر اس پر غور نہیں کیا گیا، کہ توریت میں حضرت ابراہیمؑ نے چوہا یوں کو ٹکڑے کیا تھا، چڑیوں کو ٹکڑے نہیں کیا تھا، اصل یہ ہے کہ آیت قرآنی فَصُرْهُنَّ الذِّكْرُ کو منیٰ حضرت ابن عباسؓ سے قطعہ معنی ٹکڑے کرنا منقول ہیں لیکن عبیدہ سے اجمعہ معنی جمع کرنے کے مروی ہیں، اس لئے اکثر مفسرین نے اسرائیلیات کی دھن میں ٹکڑے والا قصہ درج کر دیا، اور وہی مقبول عام ہو گیا، ورنہ محققین نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے، اور شاہ ولی اللہؒ نے بھی اپنے ترجمہ فارسی میں ”بہم آرمہ“ لکھا ہے، امام رازیؒ اپنی تفسیر میں ابو سلمہ اصفہانی کا قول یوں نقل کرتے ہیں، وَالْمَلَأُ دَبْرَهُنَّ الذِّكْرُ الْأَمَالَةَ وَالْمَقْرِينَ عَلَى الْأَجَابَةِ یعنی اپنی طرف جھکانا اور ان کو جواب دینے کا خوگر بنانا، اسی شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی نے اپنا رد و ترجمہ میں چڑیوں کو ہلانا لکھا ہے، اور یہی درست ہے، کیا عجیب بات ہے، کہ مولوی نذیر احمد مرحوم جو عجوبہ پرستی کی منہی اڑاتے تھے، خود ہی عجوبہ پرست بن گئے، اور اپنے ترجمہ قرآن میں بوٹی بوٹی کر ڈال لکھ دیا،



# مجمع النفوس

از

جناب اقبال انصاری ایم اے ریسرچ اسکالر پی ایچ ڈی لکھنؤ یونیورسٹی،

یہ تذکرہ خان آرزو کی تصنیف ہے جس میں فارسی شعرا کا حال اور کثیر تعداد میں انکی اشعار راج ہیں، یہ کتاب دو جلدوں میں بقیہ حروف تہجی مرتب کی گئی ہے، اور اپنی خصوصیات کے باعث اپنی نظر ہے، اسپرنگ کے خیال کے مطابق کتاب کو تذکرۃ الشعراء نہیں کہہ سکتے، بلکہ اس کو سفینہ کہنا زیادہ موزن ہوگا، غالباً اس کا یہ سبب ہے کہ مصنف نے انتخاب کلام کے مقابلہ میں تحقیق حالات میں کمی کی ہے، اور اکثر شعرا کے کلام کا انتخاب زیادہ ہے لیکن ان کی زندگی کے حالات کو نظر انداز کر دیا ہے، مثلاً میر ابوالمعالی، ابوالہادی، ابراہیم آذر، ملا بیاضی، فہمی سمرقندی اور قاسمی اور ستانی وغیرہ کے کلام کا نمونہ تو پیش کیا گیا ہے لیکن ان میں سے ہر ایک کے متعلق محض اتنا لکھنے پر اکتفا کی گئی ہے، خواہش بیچ معلوم نیست۔

خان آرزو دیباچہ میں بیان کرتے ہیں کہ ابتداء میں ان کا ارادہ تھا کہ اشعار کا انتخاب بیاض یا سفید کی صورت میں کر دیا جائے، لیکن پھر خیال ہوا کہ اگر ان شعرا کا کچھ حال بھی لکھ دیا جائے تو کتاب اور زیادہ مکمل ہو جائیگی، اس لئے انھوں نے کتاب کو تذکرہ کی صورت میں مرتب کیا، چنانچہ لکھتے ہیں

ابابندی گوید فقیر باہر بانی خود گرم گفتگو سراج الدین علی آرزو کہ سابق مدتے ہرین و داوین

تذکرہ ہا و سفاٹن وغیرہ و ہر کتب بزرگان مطالعہ می نمود، ہر چہ خوش آمد از صفحہ خاطر

می زود و روزے در پیش آشنائے شرح این حال بزبان گذشت کہ خواندہ و خواندہ از نسیان ما بر برگشت، اتفاقاً آن عزیز بعد دو سہ روز سفینہ ضخیمے پیش فقیر آوردہ تکلیف کرد کہ حالا ہر چہ از اشعار اساتذہ انتخاب شود، برین ثبت باید فرمود، ہر چند حوت مذکور خالی الذہن گفتہ بود، لیکن پاس گفتار خود ضرور شد و شروع انتخاب نمود و در سفینہ مذکور..... قلمی گردید، و درین بین بخاطر رسید کہ پارہ از حالات آن عزیزان ہم اگر مرقوم شود و در نیا چون غرض اصلی نوشتن اشعار و پسند خود است، نہ نوشتن حالات معنی لہذا در تحقیق آن چند ان کموشیدہ، و در تلاش آن چندان مذویدہ..... و درین صورت اگر تفاوتے یا غلطے بنظر خوانندگان در آید، عزیزان منصف خودہ بر من نگیرند و بر پوچ نوشتہ مرا ببذیرند۔

کتاب کے خاتمہ میں بھی لکھا ہے کہ اس کتاب کی اصلی غرض سفینہ ہے نہ کہ تذکرہ۔ چون مسودہ این تذکرہ سفینہ است و غرض اصلی نوشتن اشعار پسندیدہ خود اینہما یا قلمی نمود۔

اس کتاب کی تدوین میں مولف کو بہت محنت کرنی پڑی، چنانچہ متوسطین و متاخرین کے تقریباً مسودہ یو اٹون کو جن میں پانسو سے لیکر چالیس ہزار اشعار تک تھے، پڑھ کر اس کتاب کو مرتب کیا، "یک صد دیوان متوسطین و متاخرین کہ بعضے از انہما کم از چہل ہزار و ہر نے پیش از پانصد ہوا و انتخاب رسید۔"

آگے لکھتے ہیں کہ شعرا کے ترجمہ لکھنے میں انھوں نے تقی اودھدی نصر آبادی، کلمات شعرا اور تحفہ سمانی پر اکتفا کی، اور ہا و جود کثرت مشاغل اور بیکسی معاون کے محض ایک شخص یعنی شیخ مبارک علی الدین سے اس کام کی تکمیل میں مدد لی،



یہ تذکرہ ۱۱۶۳ھ میں مکمل ہوا مصنف کے ایک شاگرد بیدار نے قطعہ تاریخ کہا ہے  
 این تذکرہ سخور ان گہان بے مثل چون نوشت سراج الدین خان  
 بیدار بآرزو چنین کرد رقم گزارد خیال اہل معنی جهان  
 مکمل تذکرہ جو دو جلدوں میں ہے ۳۵۰ اشعار کے حالات و انتخاب کلام پر مشتمل ہے پہلی  
 جلد میں ۳۸۰ اشعار کا ذکر ہے، چوایا بید بسطامی سے شروع ہوتا ہے، اور میر محمد ماہ صداقت پر ختم  
 ہوتا ہے،

دوسری جلد جس کو اس کا مکملہ کہنا چاہئے ۸۹۸ اشعار پر مشتمل ہے، یہ ملا صبا فی سوشروع ہوتی  
 اور محمد اشرف یکتا پر ختم ہوتی ہے، کتاب کے آخرین ایک خاتمہ ہے جس میں ان اشعار کے کلام کا  
 انتخاب دیدیا ہے جن کا بیان پہلے ہو چکا ہے، اکثر ان اشعار کا بھی انتخاب ہے جن کے متعلق مصنف  
 کو کوئی معلومات بہم نہ پہنچ سکیں، چنانچہ لکھتے ہیں۔

(خاتمہ) در بیان اشعارے کہ نام بعضے از شعراے آن معلوم نیست و پارہ کہ معلوم است  
 از احوال آن اطلاع نیست و برخیز از ان عالم است کہ نام و احوال شاعر سابق ذکر شد  
 و بسبب مناسبت ابیات دیگر بار بسیار خوش آمدن بقلم دادہ ..... اگر شعرا با نام شاعر مکرر  
 واقع شدہ باشد معاف باید فرمود۔

تذکرہ پر تفصیلی روشنی ڈالنے سے قبل اس بات کو واضح کر دینا ضروری ہے، کہ مجھے مجمع  
 النفائس کا نسخہ پہلے بانگی پور میں ملا تھا، اور اسی کو مطالعہ کر کے میں نے مواد جمع کیا اور مضمون لکھا، لیکن  
 بعد میں ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں دوسرا نسخہ ملا ایک پنجاب لائبریری میں بھی موجود ہے، ڈاکٹر  
 اسپرنگ نے جو تذکرہ دیکھا تھا، اس میں اشعار کی تعداد ۱۴۱۱ تھی، اور اسی کو سروسے نے بھی لکھا ہے،  
 لیکن مجھے کتاب میں ۳۵۰ اشعار ملے، یعنی اسپرنگ اور سروسے کی بیان کردہ تعداد سے بقدر ۳۱۶ زیادہ

مجمع النفائس کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ دور آخر کا نہایت مستند اور ضخیم تذکرہ ہے اس  
 میں بادشاہوں، شاعروں، علما و مشائخ سب کا ذکر ہے، کہنے کو تو یہ تذکرہ ہے لیکن درحقیقت اس  
 سے اٹھارہویں صدی کے ہندوستان کی بہت کچھ ادبی اور تاریخی حیثیت کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے خان  
 اور نگری کے واقعات اور اس کے سیاسی نقطہ نظر کو جس وضاحت و صفائی سے بیان کرتا ہے وہ دوسرے  
 سے ناممکن ہے، کیونکہ وہ بادشاہ کے ساتھ خود دکن گیا تھا، عالمگیر اور بہادر شاہ کے بیٹوں کی خانہ جنگی،  
 فرخ سیر کی تخت نشینی اور قتل کی تفصیلات جن ثوق نے لکھ سکتا ہے، دوسرا نہ لکھ سکے گا، اس لئے کہ فرخ  
 کے زمانہ میں وہ گوالیار کی دفاع نویسی کی خدمت پر مامور تھا، پھر محمد شاہ کے زمانہ میں ایرانی غزیرا  
 نزاع ملک کی روز افزون پریشانی، بیرونی حملے اور طوائف الملوکی کے حالات کو جس یقین کے ساتھ  
 وہ لکھے گا، اور کسی سے ممکن نہیں اس لئے کہ وہ محمد شاہ کے عہد میں ملک اشعار تھا، اس تذکرہ کے  
 مطالعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے، کہ زوال مغلیہ کے وقت فارسی زبان پر بھی بہت کچھ انحطاط طاری ہو چکا  
 تھا، تاہم ہندوستانی ادبا اسے سنبھالے ہوئے تھے، اور شاعروں اور ادبی صحبتوں کے ذریعہ  
 اسے مضبوط بنانے میں مشغول تھے، ہندو مسلمان آپس میں میل جول سے زندگی بسر کرتے تھے، اور  
 ہندو ادبی صحبتوں میں مسلمانوں کے دوش بدوش رہتے تھے، عام شرفا کے لئے تواضع و خودداری  
 واجبات میں سے تھی، وہ سپہ گری کو اپنا شیوہ سمجھتے تھے اس اٹھارہویں صدی جیسے پریشانی کے زمانہ  
 میں بھی ادبیات میں کوئی کمی نہیں ہوئی، البتہ نوعیت ضرور بدل گئی، اور اسے بھی زمانہ  
 اور مربیوں کے فرق کا نتیجہ سمجھنا چاہئے، اس میں شک نہیں کہ اس صدی میں کوئی ابوالفضل فاضل  
 اور ٹوڈرل نہیں پیدا ہوا، لیکن خان آرزو، غلام علی آزاد، اور انڈرام مخلص جیسے باکمال پیدا ہوئے  
 جن کی نظیر کم تر مل سکے گی۔

اس تمہید کے بعد تذکرہ کے بعض اہم پہلوؤں پر تبصرہ کیا جاتا ہے،



(۱) صاحب تذکرہ کے معاصرین اس لفظ کو اگر ذرا وسعت دیجائے تو میرزا محمد افضل سرخوش، بیدل اور میر عبد الجلیل بلگرامی بھی خان آرزو کے ہم عصرین آجاتے ہیں، حالانکہ ان حضرات کا بڑھاپا تھا، اور خان آرزو کی جوانی، چنانچہ وہ ان لوگوں کا نام نہایت ادب و احترام سے لیتا ہے، ان سے اپنی ملاقات اور اپنے استفادہ کے حالات بیان کرتا ہی سرخوش کے ضمن میں ہے کہ ایک مرتبہ خان آرزو ان سے ملے گیا، اس وقت سرخوش کی بصارت ذائل ہو چکی تھی، اسلئے انھوں نے اپنی بیاض اپنے بیٹے فضل اللہ کو شرسنانے کیلئے دی، اس پر خان آرزو نے یہ پر لطف بات کہی، کہ بیٹے کو جو زرخیم کہتے ہیں، اسکے ہی معنی ہیں، سرخوش نے بھی خان آرزو سے شرسنانے کی فرمائش کی، انھوں نے پاس ادب سے غور کیا، لیکن اصرار کرنے پر ایک غزل سنائی، جس کا ایک شعر یہ ہے،

افتاد گیت مایہ نشو و نماے من      تخلم چو گرد باد ز خاک آب بنخورد

سرخوش اسے شکر بہت محفوظ ہوئے،

خان آرزو میر عبد الجلیل بلگرامی اور بیدل سے استفادہ کرتا تھا، اور بیدل کے تصرفات کا قدردان تھا، اس کے اصل معاصرین، والد آرزو، خوشگو، میر محمد افضل ثابت، سعد اللہ گلشن، علی قلی خان و داد، قزلباش خان امید، میر شمس الدین فقیر، اور شیخ علی خرین وغیرہ ہیں، ان سب کا نام وہ عزت و احترام سے لیتا ہے، ان سے خلوص و عقیدت کا اظہار کرتا ہے، اور ان میں جو اوصاف مابہ الامتياز ہیں، انھیں واضح کرتا ہے، چنانچہ ثابت کو سیدے والا نسب و فاضل عالی حسب کے القاب سے یاد کرتا ہے، اور لکھتا ہے، کہ ان میں خان آرزو میں اگرچہ کبھی کبھی نزاع ہو جایا کرتی تھی لیکن سچ ہے کہ ان کی مثال اب ناممکن ہے، ان کے فضل و کمال کا اس طرح اظہار کرتا ہے کہ نیز ثابت کس فضائل منورہ، علم شاعری و دراز اخلاص شاہجہان آباد دہلی افزا، اگرچہ غزل گفتہ اما نچہ گفتہ نہایت متانت دارد۔

میر غلام علی آرزو کے متعلق لکھا ہو کہ وہ خان آرزو سے اخلاص و غائبانہ رکھتے ہیں، آگے چل کر ان کی شاعری کے متعلق لکھتا ہی مشتق بنخش رسیدہ ملا شہاے بالادست دارد۔

خان آرزو کا یہ کمال انصاف ہے، کہ وہ کسی کے متعلق ضرورت سے زیادہ نہیں لکھتا، بڑے سے بڑے مضمون کو چند سطروں میں نہایت سادہ عبارت میں ادا کر دیتا ہے، اپنے ایک شاگرد خوشگو کے متعلق لکھتا ہے، کہ "شعرا بسیار خوب می گوید، و نبض ناز کی مضمون بدست ادا فادہ"۔

حاکم لاہوری کے متعلق جو ملا آفرین لاہوری کو شاگرد تھے اور خان آرزو سے بہت اعتقاد رکھتے تھے، لکھتا ہے کہ "خیلے مشتق رسیدہ، و تلاش معنی تازہ دارد، چند سال پیش ازین دیوان خود را کہ قریب چہا ہزار بیت باشد بنظر فقیر در آور وہ بسیار مربوط و مضبوط گفتہ در عالم اخلاص و پاس آشنائی و حسن اخلاق و تمامی وفاق یکہ روزگار راست، چند مرتبہ وارد شاہجہان آباد گشتہ، این مرتبہ کہ بسبب ظلم صوبہ دار پنجاب و ضبط جاگیر ہائے مردم درین جا رسیدہ نیز ملاقات با حقیر می نماید، عاشق سخنت، خدائش سلامت دارد۔"

علی خرین حد سے زیادہ خود پسند اور نازک مزاج تھے، ان کے متعلق یہ رائے ہے :-

"کاسہ لیسان ہند اعتقادے بیش از بیش در خدمت این عزیز دارند و او خود ہم مثل کلیم و سلیم وغیرہا را مطلق و جود غنی گذارد۔"

خان آرزو خود نہایت منکسر مزاج اور سنجیدہ تھا، چنانچہ تذکرہ میں اپنے لئے فقیر محمد پان احترام عاجز کے علاوہ اور کوئی لفظ استعمال نہیں کرتا، آفرین لاہوری کے ذکر میں ہے کہ وہ خان آرزو سے انتہائی ربط و اخلاص رکھتے تھے، اور اس کو امام سخنوران کہا کرتے تھے، گو واقعہ کے اعتبار سے یہ سچ ہے لیکن خان آرزو خود اپنے متعلق لکھتا ہے، کہ "بپایہ مقدسے امہ این فن رسیدہ ام"۔

قزلباش خان امید بھی خان آرزو کے ہم عصر ہیں، اور نہایت منصف اور تعصب سے بری ہیں،



جس زمانہ میں خان آرزو نے حنین کے اشعار پر اعتراضات کئے، اور تنبیہ النافیس لکھی، لوگوں نے اُمید سے کہا، کہ خان نے شیخ پر اعتراضات کئے ہیں، امید ہے کہ شیخ مسلم البتوت زباندان ہیں لیکن یہ بھی یقینی ہے کہ خان آرزو کے اعتراضات بھی بہت کچھ وزن رکھتے ہیں، والدہ داغستانی نے اپنے تذکرہ ریاض السعدین بنیہ الغافلین کا معتد بہ حصہ نقل کیا ہے، اور تقریباً ۶۰ شعرون پر اعتراضات کو صحیح قرار دیا ہے، خان آرزو نے اپنے ہم عصرون میں شاہ گلشن، محمد مقیم آزاد، نواز شہ خان طالع، آفرین لاہوری، زاہد علی خان سخا اور والدہ داغستانی وغیرہ معاصرین کا ذکر کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ معاصرین میں خان آرزو صدر کی حیثیت رکھتے تھے، اور سب انکی عزت و احترام کرتے، اور ان کی زباندانی کے قائل تھے، خوشگو بھی خان آرزو کے دوران قیام اکبر آباد کی نسبت لکھا ہے کہ

شاہ گلشن، مرزا حاتم، عصمت اللہ کامل، محمد مقیم اور ناصر علی کے صاحبزادہ علی عظیم سے صحبت رہا کرتی تھی، اور خان آرزو لطف اٹھایا کرتے تھے،

(سفینہ خوشگو قلمی بانکی پور لاہوری)

اساتذہ کے کلام پر اصلا حین | مجمع النفائس کی قیمت عام تذکرون سے اس حیثیت سے بہت زیادہ ہے، کہ اس میں معاصرین اور غیر معاصرین کے کلام پر خان آرزو نے اصلا حین بھی دی ہیں اور بعض جگہ اعتراضات بھی کئے ہیں، گو عنوان اعتراض عاجزانہ ہے، چند اصلا حین ملاحظہ ہو ثابت ہے

مکیہ بر سر وزدی مست چورفتی دُباغ قامتت کرد و دوبا لائے رعنائی را  
خان آرزو کے خیال میں پہلا مصرع اگر یوں ہوتا تو بہتر تھا، ع  
مکیہ بر سر وزدی مست چورفتی در باغ

۱۔ معارف ان دونوں مصرعون میں تو کوئی فرق نہیں ہے،

ایک دوسری جگہ ثابت کے اس شعر پر

باما اے بیو فاشازی

باما چہ کہ با خدا فاشازی

یہ اصلاح دی ہے، ع باما بت بیو فاشازی،

مختلف اصلا حین :-

سرخوش،

صاحب جوہر رفیق صاحب جوہر شود استخوان ماہی آخر دستہ بخیر شود

خان آرزو، "این مصرع بگمان فقیر آرزو بہتر است"

عاقبت دندان ماہی دستہ بخیر شود

میر محمد علی راجہ

گوزیے سرو پایان سرشتہ اندرا کتاب دازم و ناخوان نوشتہ اندرا

خان آرزو :- "فقیر آرزو مصرع اول را چنین بہتر می داند"

گو کہ بے سرو بے پا سرشتہ اندرا

قاسم بیگ :-

چو بچتر گہ در آئی ہمہ بچو طفل مکتب لگند نامہ ہار از کف از پئے تماشا

خان آرزو کے خیال میں بچتر گہ در آئی کے بجائے، چو بچتر اندر آئی زیادہ مناسب ہے،

ریاضی سمرقندی :-

پراز کفر است عالم زان دو چشم زلف خال خطا بدین بخت پنداری بنائے نامسلمانی

خان آرزو کہتے ہیں، کہ جس طرح چشم "دوتا" ہوتی ہے، اسی طرح زلف بھی "دوتا" ہوتی ہوئی

صورت میں اگر بجائے زلف قد ہوتا تو بہتر تھا،



محمد اسحاق شوکت :-

گر فتاب محبت بیل مارا تو ان گفتن کہ از خاکسترش صیا و رنگ خانی باز  
خان آرزو :- فقیر آرزو گوید بجائے بیل قمری مناسب است

شیفائے اثر :-

چراغے از پئے حاجت لاله روشن کن بوستان کہ قدمگاہ سبز پوشان است  
خان آرزو کے خیال میں بجائے لالہ کے جام زیادہ مناسب ہے  
چراغے از پئے حاجت ز جام روشن کن

راقم کی نظر سے بھی ایک جگہ لالہ کے بجائے جام ہی گزرا ہے جس سے شعر میں ایک خاص کیفیت پیدا ہو گئی ہے، جو لالہ میں نہیں ہے،

قائمی کہتا ہے :-

درین بہار ہر کسے ہواے راغ دارا بیا و باغ طلعت خیال باغ دارا  
بیرہ سب ز جام مے بکف چراغ دارا ہمیں دل نیت دس کہ درو باغ دارا  
جگر چولا لہ پُر ز خون ز عشق گلزار ہا

ناقذانہ اعتراضات | اب خان آرزو کے چند ناقذانہ اعتراضات کو ملاحظہ فرمائیے، جو انھوں نے اپنی اور غیر ایرانی شعرا پر کئے ہیں، ان سے خان آرزو کے مبلغِ علم کا اندازہ ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی کے مقلد نہ تھے، بلکہ خود بہت ہی حیثیت رکھتے تھے، اس لئے تنقیدی حیثیت سے بھی ان کا تذکرہ ایک خاص خصوصیت اور امتیاز رکھتا ہے، کہ وہ تذکرہ کے ساتھ نقاد سی کی کتاب بھی ہے اور نہ کلمات الشعراء تحفہ سامی تذکرہ طاہر، تذکرہ خوشگو، خزائن عامرہ، سروازاد، دید بیضا، ریاض الشعراء وغیرہ تنقیدی پہلو سے بالکل خالی ہیں، تنقید میں عدل کا دامن مولف کے ہاتھ سے

نہیں چھٹا ہے، وہ کلام کی خوبی کا اعتراف کرتے ہیں، اور اسکے نقائص پر تنقید کرتے ہیں، خواہ کسی کا کلام ہو، اسی کے ساتھ ان نامعقول اعتراضوں کا جو سا تذکرہ ایران پر کئے گئے ہیں رد بھی کرتے ہیں جو ایک نقاد کا فرض ہے، ان سب کی مثالیں ملاحظہ ہوں،

حاجی جعفر خان تبریزی :-

وقت رفتن شررے گر بجز از فعلش آن شرور کہ رجبت بودش داغ فعل  
اعتراض آرزو :-

”فقیر آرزو گوید کہ معنون این قطعہ ما خود است از قطعہ ملا عینی کہ این بیت از است :-  
تقرہا کش دم رفتن چکد از پیشانی شبنم آساش نشیند کہ رجبت بکفل،  
”و این قسم از حد نوے از سر قہ است“

ذوقی آروستانی :-

از بخت بدم امید نومید شود گر بنشام درخت گل بید شود  
بر کلبہ تار من نیفتد پر تو، گر جرم فلک تمام خورشید شود  
اعتراض آرزو :-

”فقیر آرزو گوید کہ در بیت ادل این رباعی مقابلہ گل با بید مناسب نیست، چہ تنہا بید درخت مردار باید“

عماد الدین نقیہ کرمانی :-

دل عکس رخ خوب تو در آب جوید فریاد بر آور دکہ ماہے ماہے  
اعتراض آرزو :- خان آرزو کہتے ہیں کہ اس کا لطف بتدل ہے، امیر خسرو نے خوب کہا ہے  
ماہ من گر تہا شاہ لب بحر آئی ماہیان شور بر آرد کہ ماہے ماہے



کمال تجذد

چوں بنظارہ آمدم روز شکار دلیران

دام دل سبکتگین زلف ایاز یا فستم

اعتراف آرزو :-

”فقیر آرزو گوید کہ لفظ سبکتگین اینجا بجا واقع شدہ“

حقیقت بھی یہ ہے کہ ایاز کا تعلق محمود سے ہے نہ کہ سبکتگین سے اور اگر سبکتگین سے تعلق

کی نظر محمود کی طرف مبذول کرانی ہے، تو یہ بات بہت دور از کار ہوگی،

میرزا گرامی :-

خواجہ بے فرزند اگر باشد غلامش ارث است

ہرچہ دادہ حق تعالیٰ از برائے بندہ است

اعتراف آرزو :-

”کلیہ مصرعہ اول مورد نظر است چہ غلام وارث نیست مہذا سوائے فرزند وارثان

بسیار اند، دینار معنی آن نزدیک بمعنوں رباعی استادیت کہ در منقبت گفتہ“ :-

بے فرزندے کہ خانہ زادے دارد

شک نیست کہ باشدش بجائے فرزند

مخلصائے کاشی :-

نگاہ گاہ گاہے نیکنی ہر دم بسوی من

ندام از سر لطف است یا از کجائیا

اعتراف آرزو :-

”لفظ گاہ گاہے“ و ہر دم با ہم چندان مناسبت نہ وارد“

پھر مخلص کاشی ہی کے دوسرے شعر پر یوں اعتراض کرتے ہیں :-

گوشہ ابرو سے تیغ فرسگافت

بیک اشارہ کند جسم را جدا ز ہیولی

اعتراف آرزو :-

”فقیر آرزو گوید کہ جسم را مقابلہ یا ہیولی نیست، مقابل آن صورت است و صورت چندین

نوع است صورت جسمی و صورت شخصی و صورت نوعی پس بہتر چنین است ع

بیک اشارہ نماید جدا صورت ز ہیولی

بعض مقامات پر اعتراض کا پہلو طریقیہ ہے، جو متانت و سنجیدگی، اور مزاح کا مرکب ہے  
یہ طریقہ خان آرزو کے یہاں بہت شاذ ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بغیر طنز کے اعتراض کی کیفیت  
کا اندازہ نہ ہو سکتا، دو مثالیں ملاحظہ ہوں،

(۱) حیدر کلوخ :-

بجاں دارند مارا از ملامت ہر طرف

چہ خوش بودے کہ مانشا خنکس را کس مارا

اس شعر میں مانشا خنکے بالکل غلط ہے، خان آرزو کو اسی پر اعتراض ہو کہ

مانشا خنکے عبارت تازہ است، چوں عزیزان اور مسلم داشتہ اند شاید روز مرہ باشد

(۲) تازگی پر بھی اعتراض ہے، تازگی ایک ایرانی شاعر ہے جس نے عمد کیا تھا، کہ نظم کی

تمام کتابوں کا جواب لکھے، چنانچہ فردوسی کے شاہنامہ کا جواب جو اس نے تیس برس میں کہا

تھا، تازگی نے ایک ماہ میں کہا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے یہاں بکثرت نقائص موجود ہیں، درشراو

رویت و قافیہ معنی غلط بسیار است۔

اس کے بعد تازگی کے شاہنامہ سے چند شعر نقل کئے ہیں جس سے خان آرزو کے قول کی تصدیق

ہوتی ہے، تازگی :-

گرفتند تیر و کمان مردمان

فتادند دریکہ گر چون دواں

ہمہ پڑدلان لرزہ زن ہچو بید

کہ ناگہ یکے ببر پُر دل رسید

ابریمینہ تاخت مانند فیل

بدستش یکے تیر مانند سیل



کلاہ وزرہ برتنش چون سبب سرش بچو سیبے درون سبب  
چو انیان کے سرکش نامدار درونش پر از تیر چون تیر مار  
انامہ بقرش چو دم رہا بہ ابر فرق او یک کیا تی کلاہ  
ان تمام اشعار میں قافیہ در دلیف کی غلطیاں موجود ہیں، پھر آگے لکھتا ہے :-  
"فیر گوید ہر گاہ احوال زباندان چنین باشد واسے بحال شعراے ملک دیگر کہ بفارسی سخن راند  
درین صورت اگر ہزار غلط از ہندی واقع شود برابر یک غلط اہل زبان نبود، درین وقت مثل  
این اشعار تازگی را بہ جگل کشور دکیل ناظم بنگالہ میگوید و در پر گوئی، و خوب گوئی داد سخنوری داد  
دی دہد و رسم زندگی را تازہ کردہ و میکند....."

ان تمام اعتراضات کے باوجود جہاں وہ کسی کی جانب سے کوئی ناممقول اعتراض دیکھتے ہیں  
اس کا پورا رد کرتے ہیں، مثلاً شاہ رضوان محمد حسین کے دیوان سے لوگوں نے یہ شعر نکالا:  
مگر ساقی کمر در خدمت میخانہ می بند کہ چون زر گس بہر انگشت خود پیمانہ می بند  
اور اسی مضمون کا شعر حاجی محمد جان قدسی کا پیش کیا،  
یک جام خوارم بند و کاش چو زر گس بودے بہر انگشت مرا ساغر دیگر  
ظاہر ہے کہ ان دونوں شعروں میں سرقہ ہے، خان آرزو کہتے ہیں، کہ محض اتفاق ہے  
تبدیل خالص کا بھی اسی مضمون کا شعر موجود ہے،

بہر انگشت چو زر گس کا سہ دریوزہ است کم بصر من گداے ہست در میخانہ ہا  
اور لطف یہ ہے کہ محمد اسحاق شوکت نے بھی اسی مضمون کو باندھا ہے، ع  
کہ چون زر گس بہر انگشت خود پیمانہ دارم

اکثر مضمون میں توارد ہو جاتا ہے، چنانچہ آذری و ہلائی دونوں کے یہاں ایک ہی مصرع ہے

صغ بگذار کہ در روسے تو بنیم خدا را  
اور اسی طرح آصف خان جعفر اور ملا نوحی دونوں کے یہاں ایک ہی مصرع ہے، ع  
کہ کیتا کی نہ زید جز خدا را  
ان باتوں سے یہ نتیجہ نکلا کہ جو شخص قادر الکلام ہے، وہ کبھی سرقہ نہیں کر سکتا، جیسا کہ  
خان آرزو خود بھی کہتا ہے  
"کیکہ خود قادر بر اختراع معنی سخن تواند بود، چرا بہ بستن معنی دیگر کہ کم از مینہ خوردن نیست  
داغ بدنامی بر روسے اعتبار خود خواہد نہاد"

بعض دوسری خصوصیات | خان آرزو نے اس تذکرہ میں ان تمام چیزوں کو جمع کر دیا ہے جن سے  
فطرت انسان کو لگاؤ ہو، چنانچہ اس میں کبریت نقلین، حکایات اور لطائف ہیں، اور اس کا التزام  
رکھا ہے، کہ کسی شاعر کے متعلق جو مشہور لطیف اور حکایتیں ہیں، ان کو ضرور بیان کیا ہے، اس سے  
اس تذکرہ میں ناول کا لطف پیدا ہو گیا ہے، اور اس کے پڑھنے میں طبیعت نہیں گھبراتی، بلکہ  
بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے، یہ خصوصیت کسی اور تذکرہ میں نہیں، چند مثالیں ملاحظہ ہوں،  
(۱) نعمت خان عالی کے متعلق لکھتا ہے، کہ وہ نہایت ظریف و شوخ تھا، بچہ گوئی میں اپنا خوا  
نہیں رکھتا تھا، لیکن اس کے باعث کبھی سخت خفت بھی اٹھاتا تھا، چنانچہ ایک صحبت میں ایک  
نے کہا کہ آپ تو واجب التعظیم ہیں، عالی نے پوچھا کیوں؟ ظریف نے جواب دیا، اسوجہ سے کہ آپ  
حاجی ہیں، عالی نے کہا میں کبھی بھی حج نہیں کیا، حاجی کیسے ہو گیا، ظریف نے کہا تو آپ حاجی رہا  
ہو (سے) ہونگے (یعنی بچہ گو) عالی یہ سنکر بہت خفیف ہوا۔

(۳) چند رہبان برہمن نے شاہجہان کے سامنے یہ شعر پڑھا،

مراد لیت بکفر آشنا کہ چندین بار کعبہ بردم و بازش برہمن آردم



شاہجہان نے اسے سزا دینی چاہی، فضل خان نے کہا کہ حضور شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا یہ شعرا سی کے لئے کہا گیا ہے،

خر عیسیٰ اگر بجہ بر بند زان بیاید ہنوز خرباشد

(۳) ملا نظری نابینا ہو گئے تھے، ایک دفعہ شیدا سے ملاقات کرنے گئے، اور یہ شعر جو اپنی بیوی کے متعلق کہا تھا پڑھا،

خواہ با نظری و خواہ بہ بیگانہ نشین من بہین شرم ترابر تو نگہبان کردم  
شیدائے یہ شعر سکر کہا، اندھے کی جو رو کا خدا حافظ۔

(۴) شیدائے شراب کی تعریف میں یہ شعر کہا تھا،

چیت دانی بادہ گلگون مصفا جوہر حسن را پروردگار و عشق را پیغمبر  
عاقل خان رازی نے اس کے جواب اور شراب کی مذمت میں چند شعر کہے،

چیت دانی بادہ..... یا درے جہل را پروردگار و فسق را پیغمبر  
حسن را عصمت گداز و عشق را سہوت و در طہقیت رہزنے و در طبیعت رہبر

نفس را چون جان مساعدا و چون نفس ضد نزد کار فرمونے و نزد مومن کارے  
آتش حرص و ہوس از شعلہ او قطرہ زن ہست در صورت چو آبے و مہنی آذرے

(۵) ایک مجلس میں کچھ فضلا جمع تھے، شعر و شاعری کا تذکرہ چھڑا، اور صائب دیکلم کا موازنہ ہوا کہ ان میں کون بہتر ہے، جلسہ میں علی حزمین بھی موجود تھے، انھوں نے دیکلم کو صائب پر ترجیح دی، بات کسی طرح نہ ہوتی تھی، آخرین دیوان حافظ سے فال نکالی گئی یہ مصرع نکلا: ع

کے شعر تراغیز دفاط کہ حزمین باشد

جو علی حزمین کے خلاف تھا، اسے دیکلم لوگ بہت محفوظ ہوئے، خان آرزو کو معلوم ہوا تو انھوں

نے کہا کہ سبحان اللہ! میں از نو اور اتفاقات است، بلکہ از جناب لسان الغیب قدس سرہ اتفاق است،

(۶) منی کلال کے ذکر میں ایک لطیفہ ہے، کلال ہندی میں شراب فروش کو کہتے ہیں، اکبر کے زمانہ سے دستور تھا کہ طبقہ کلال میں سے بھی ایک شخص کسی ایک شاہی دروازے کا دربان ہوا کرتا تھا، ایک کلال دربان نے اپنا تخلص منی رکھا، ایک دفعہ نور جہان نے جہاں لکیر سے ذکر کیا کہ فلا کلال شعر خوب کہتا ہے، اور منی تخلص کرتا ہے، بادشاہ نے کہا سبحان اللہ! شعر گوئی ایسی آسان ہو گئی کہ ذلیل طبقہ میں بھی اس کا شوق پیدا ہو گیا، ملکہ نے کلال کو بلوا کر شعر سنوائے، منی نے بے ہوش یہ شعر پڑھا،

منی بگو یہ سرے دار داسے نصحت گر کنارہ گیر کہ امروز روز طوفان است

بادشاہ ہنسے اور کہا مانگفتہ بودیم کہ این را بشاعری چه نسبت است، درین جا ہم ہماں شیوہ دو باش را کہ پیشہ اوست مراعات کردہ ایک مرتبہ پھر بادشاہ نے اس سے شعر سنے اس نے یہ شعر پڑھا،

من می روم و برق زمان شعلہ آہم اے ہم نفسان دور شوید از سر راہم

بادشاہ نے مسکرا کر کہا دیکھو پھر اپنی فطرت پر آگیا، ابھی چند ول کو شاعری سے کیا نسبت؟

(۷) لائمی کے رنگ میں خان آرزو نے ایک رباعی کہی جس میں انھوں نے چار پھول، چار پیغمبر کے نام، چار اعضاء بدن اور چار عناصر کو نظم کیا ہے،

گلنار و دو آتش چو عذارا بر اہم در خاک چمن لالہ بود دست کلیم

افشردہ قدم چو خضر سبزہ لب آب نسرین چو دہان عیسیٰ از فیض نسیم

(۹) حکیم کاظم نے رزم کی تعریف میں یہ شعر کہے تھے،

فشر دند پا از دو سر مر و وار چو فستہ کہ در سنگ گیر و قرار

بہر کس رسیدند از اسیف وار کے را و دتا بلکہ کردند چار

۱۳ معارف: کلاون کی متعلق درباری اور چاوشی کی خدمت ہوتی تھی، جو آگے آگے دربار کی صدا لگاتے چلتے تھے،



خان آرزو نے ازراہ شوخی اپنے احوال معشوق کی تعریف میں چند شعر کہے، اور کاظم کے اشعار  
تضمین کی،

بوصف بت احوال خویشین اگر گوش داری بگویم سخن،  
چونازش پیے قتل عالم و دین لگا ہش ز بے تیغ برکت رسید  
بہر جا کہ شمشیر او کار کرد یکے را دو کرد و دو را چار کرد

ان لطیفوں اور نقول نے کتاب کو دلچسپ تو بنایا دیا ہے، اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے  
کہ خان آرزو میں کافی شوخی و طرافت تھی، اس خصوصیت میں بھی مجمع النفائس دوسرے تذکروں  
ممتاز و عموماً تذکرہ میں شعراء کے خشک حالات ہوتے ہیں، ان میں شوخی و طرافت کی چاشنی نہیں ملتی  
خان آرزو کے بعد ان کے شاگرد میر تقی میر کے یہاں یہ رنگ موجود ہے،

(۵) مجمع النفائس کی ایک خوبی یہ بھی ہے، کہ اس میں علماء و مشائخ، بادشاہوں اور امیروں  
کا بھی ذکر ہے، اور ان کا کلام بھی ملتا ہے، خان آرزو و علماء و مشائخ کا نام نہایت عزت و احترام سے  
لیتا ہے، اپنے ذکر میں جس عقیدت و اخلاص کے ساتھ شیخ محمد غوث گوالیاری، اور حضرت نصیر الدین  
محمود چراغ دہلوی کا نام لیا ہے، اُسکے پاس ادب کا نمونہ ہے، خواجہ محمد ناصر عندلیب، خواجہ  
معین الدین چشتی اور جامی اور عطار وغیرہ تمام بزرگانِ دین اور صوفیائے کرام کے نام میں بھی احترام  
ملاحظہ ہے، اساتذہ کا نام بھی تعظیم و تکریم سے لیتا ہے، مثلاً استاد ابوالقاسم منصور فردوسی استاد  
سراج الدین قمری، استاد لامعی نقیب بہر المعالی، استاد ملک قلی، استاد محمد قلی سلیم اور نظامی گنجوی  
کے نام اس طرح لکھتا ہے،

ملک الکلام درازی سخن را نظام نظامی گنجوی دہو ابو محمد نظام الدین احمد ابو یوسف بن  
مویہ المظری۔

(۶) ایرانی و ہندوستانی امیروں و بادشاہوں کے سیاسی حالات میں مارمخ میں مل جاتے ہیں لیکن  
ان کی ادبی دلچسپیوں کا حال بہت کم ان سے معلوم ہوتا ہے، مثلاً میر خان کو ہم ایک مدبر کی حیثیت سے  
جانتے ہیں لیکن وہ ادیب و شاعر بھی تھا، یہ نہیں معلوم، خان آرزو نے اس کے شعر دیئے ہیں، اور شاعر  
پر تنقید و تبصرہ بھی کیا ہے، لکھتا ہے :-

”خیلے صاحب جو ہر مردے بود، خصوصاً در سپاہگری و دشمن پر دازی، نکتہ دانی و از تصفیہ  
کہ در منقبت گفتہ و مطلقش انیت ظاہر است،“

شعہ کہ بگذرد از نہ سپہرا نسیروا اگر غلام علی نیست خاک بر سر او

اسی طرح خان اعظم مرزا کو کہ شہنشاہ اکبر سلطان ابراہیم مرزا جاسی تخلص، بالنسخہ نصیر الدین بآ  
بادشاہ، شاہ طہماسپ صفوی، کامران مرزا اور ہمایوں بادشاہ کا ذکر اپنے تذکرہ میں کیا ہے  
اور ہر ایک کا کلام دیا ہے، اور اس پر رائے ظاہر کی ہے، سام مرزا بن شاہ اسماعیل صفوی کے  
متعلق لکھتا ہے، کہ وہ نہایت جوہر شناس اور فضل و دانش میں ممتاز تھا، تعصب و تہنک سے جو صفویوں  
شعار تھا، بری تھا، پھر آگے چل کر لکھتا ہے :-

”فقیر آرزو گوید کہ، شیخ شاہزادہ ازین خانوادہ بدین حیثیت و جامعیت برنخاستہ، در شعرا و اشا  
بدرجہ عالی رسیدہ، در فضل و دانش و مرتبہ و قدر شناسی مثل او سے شاید دیگر ہم نرسیدہ باشد۔“

ازین سلسلہ چہ سخن از ہمہ سلاسل سلاطین است، چہ اکثر بادشاہان این سلسلہ متعصب تر و

متہنک تر از سنبان بلخ بودند، چنانچہ بر تہج توارمخ ظاہر است و این معنی از جناب سام

مرزا خیالے غریب است زیرا کہ جو انی و سلطنت و فضل و کمال آدمی را سیہ مست غفلت میگرداند۔“

اس کے بعد سامی کے منتخب اشعار دیئے ہیں جن میں بعض نقل کئے جاتے ہیں، یہ اشعار خود بڑی

حد تک خان آرزو کے تبصرہ کی تصدیق کریں گے،



آزردہ شد از چشم من امشب کف پایت در داکہ کف پایے ترا چشم رسید است

اے واسے برآن عاشق محروم کہ ہرگز نے ہا تو سخن گفتہ ونے از تو شنید است

ماہل عمر نثار رہ یارے کر دم شادم از زندگی خویش کہ کاری کردم

ساتی نے مرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ اسکی لوح فرار پر یہ عبارت کندہ کی جائے

إِنَّ اللَّهَ يُغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا، اور قبر کے دونوں جانب اسکی یہ دو رباعیان لکھی جائیں،

سامی ز غم زمانہ بے غم می باش با محنت و درد عشق بہم می باش

چون موجب شادی حقیقت مرگ گرمگ رسد تو شاد و خرم می باش

سامی علم مراد افراشته گیر چرخ فلک بت فرق برداشته گیر

کوتاہ سخن تمام ردے زمین آوردہ بدست و باز بگذاشته گیر (باقی)

## سائنس

انجمن ترقی اردو (ہند) کا ماہانہ رسالہ

جون ۱۹۴۱ء کے چند مضامین جولائی ۱۹۴۱ء کے چند مضامین

- ۱- ایک اور ایک سوزاؤ انجمن کے ہوائی جہاز (۲) بجلی اُ
- ۲- کاغذ سازی (۲) بچہ پر موروثی اثرات (۲)
- ۳- گرج پر ابن سینا کے خیالات (۳) حشرات کی تباہ کاریاں
- ۴- اور فائدہ (۴) تاریخ زمین کے مآخذوں پر ایک نظر (۵)
- ۵- اور زہریلی گیس،
- ۶- بھلی کاتیل (۶) ہماری غذاؤں کے مآخذ (۶) آیوڈین

یہ رسالہ ملکی زبان میں سائنس کا واحد رسالہ ہے جس میں مختلف مضامین کے علاوہ ہر ماہ دلچسپ معلومات سائنس سے متعلق سوال و جواب سائنس اور صنعت سے متعلق تازہ ترین خبریں اور نئی کتابوں پر تبصرے شائع ہوتے ہیں، رسالہ میں متعدد بلاک بھی شائع ہوتے ہیں، امید ہے کہ علم کے شائقین اور اردو زبان کے بھی خواہ مرستی فرمائیں گے اشتہارات کے نرخ طلب کئے جاسکتے ہیں، چند سالانہ پانچ روپے اسکے انگریزی نمونہ کا پرچہ

المستمر: معتمد مجلس ادارت رسالہ سائنس جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

## تلخیص بصر

### عربی زبان کے جدید رجحانات

اسلامک کلچر بابت جولائی ۱۹۴۱ء (حیدرآباد دکن) میں عربی زبان کے جدید رجحانات پر ایک پراثر معلومات مقالہ شائع ہوا ہے، ذیل میں معارف کے ناظرین کے لئے اسکی تلخیص درج کی جاتی ہے :

مصر میں عربی زبان کے جدید رجحانات کا آغاز ۱۹۳۰ء کے فرانسیسی حملہ کے بعد سے ہوا، اس حملہ نے مشرق و مغرب کو آپس میں ملنے اور ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع دیا، جس سے یورپ کی طرح مصر میں بھی تعلیم کی اشاعت ہونے لگی، اور محمد علی کبیر نے یورپین طرز کے بہت سے اسکول جاری کئے، رفتہ رفتہ ان کی تعداد بڑھنے لگی، چنانچہ ۱۹۰۷ء میں گاؤں کے مدارس کے علاوہ پانچ سو سے زیادہ اسکول ہو گئے جن میں ۹۲ ہزار طلبہ تعلیم پاتے تھے ان میں بیس ہزار لڑکیاں تھیں، پھر سعد زغلول پاشا کی وزارت تعلیم کے دور میں تعلیم کی اشاعت میں اور زیادہ ترقی ہوئی، شام کے علاوہ اور دوسرے اسلامی ممالک میں تعلیم کی اشاعت دیر سے شروع ہوئی، سب سے پہلے محمد علی کے لڑکے ابراہیم نے شام میں ابتدائی مکاتب قائم کئے تھے، البتہ بطرس بستانی کا مدرسہ (۱۸۰۵ء - ۱۸۸۳ء) سے قائم تھا، ۱۸۷۰ء میں امریکہ اور فرانس کے عیسائی مبلغین کے تینیس اسکول تھے جن میں تقریباً ایک ہزار طلبہ تعلیم پاتے تھے، ۱۸۶۶ء میں ان



مبلغون نے بیروت میں ایک کالج قائم کیا،

ان تعلیمی اداروں میں جب نصاب کے لئے عربی زبان کی کتابوں کی ضرورت محسوس ہوئی تو بیروت میں ایلی اسٹمہ اور اسکے شرکاؤ کا کرنے اس کام کے لئے دو عالموں ناصیف یازجی اور بطرک بتانی کی خدمات حاصل کیں، مصر میں نصاب کی کتابیں لکھنے اور غیر زبانوں سے ترجمے کرنے کی خدمت ططاوی عبداللہ پاشا فقری اور علی مبارک پاشا کے ذمہ کی گئی، پھر جب قسطنطنیہ میں ۱۸۱۶ء اور قاہرہ میں ۱۸۲۲ء میں عربی کے مطبعے قائم ہوئے تو نہ صرف تعلیم اور ترجمے کی اشاعت میں سہولیتیں پیدا ہو گئیں، بلکہ علوم و فنون کی اعلیٰ کتابوں اور غیر زبانوں کے ترجمے بھی تیزی سے طبع ہونے لگے جس سے تعلیم کی اشاعت میں بڑی مدد ملی، ان کتابوں کی اشاعت سے عام تعلیمی بیداری اور علوم و فنون سے دلچسپی کا اظہار ہوتا تھا،

صحافت کے وسیلہ سے اس بیداری میں اور بھی ترقی ہوئی، تعلیم کی اشاعت اور ترقی کے ساتھ صحافت نگاری بھی پھیلی، محمد علی پاشا نے پہلی دفعہ اوقائع المصریہ جاری کر کے صحافت نگاری کا پرچم اٹھایا، پھر خدیو اسماعیل (۱۸۶۳ء-۱۸۷۹ء) کے عہد میں روزانہ اخبارات و رسائل کی ہنگ بہت بڑھ گئی، اس عہد کے ممتاز اشخاص نے مثلاً باقلی پاشا، ابراہیم الدسوقی، بشارہ نقلا اور بعد میں شیخ علی یوسف سید جمال الدین افغانی اور شیخ محمد عبده نے عربی زبان کی صحافت نگاری میں بڑی دلچسپی لی، مصر کے سیاسی اور معاشرتی انقلابات بھی اس فن کی ترقی میں معاون ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر میں ۱۹۱۴ء میں اخبارات کی اشاعت چار پانچ سو سے زیادہ ہو گئی اور اب بڑھ کر چالیس پچاس ہزار تک پہنچ گئی ہے، ان کی کثرت اشاعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ہر مہینہ پچاس ہزار سے زیادہ اخبارات اور رسائل مصر سے باہر روانہ کئے جاتے ہیں، شام نے بھی صحافت نگاری کو فروغ دیا، مگر یہاں کے زیادہ تر فضلا دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں

اسلئے عربی زبان کا علمی مرکز مصر ہی رہا،

صحافت نگاری کی مقبولیت اور ترقی سے مصر کے عام لوگ یورپ کی تہذیب و تمدن سے روشناس ہوئے، اور وہاں یورپین سائنس، فلسفہ، آرٹ اور لٹریچر کی بھی اشاعت ہوئی، پھر اس کے اثر سے وہاں کے باشندوں کے معاشرتی اور سیاسی خیالات میں انقلاب ہوا، اور مصری نوجوانوں نے یورپ کی مختلف یونیورسٹیوں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد عربی کالج کو از سر نو فروغ دینے کے لئے سائنس، قانون اور ادب کی کتابوں کو اپنی زبان میں منتقل کرنا شروع کیا، اور ضرورت زمانہ کے مطابق انھوں نے ترجموں کی زبان نہایت سادہ، سلیس اور صاف رکھی، اسکے لئے انھوں نے صرف و نحو کے قواعد کا سختی سے اظہار کیا، اس اصلاح سے پہلے کی تحریروں میں مرصع ہوا کرتی تھیں، مگر نوجوان انشا پردازوں نے اس قسم کے اسٹائل سے پرہیز کرنا شروع کیا، کیونکہ ترجمہ میں مسجع اور مقفی عبارات کام نہیں دے سکتی تھیں، چنانچہ انھوں نے بدیع الزمان ہمدانی، خوارزمی اور بعض اوقات ابن خلدون کے طرز انشاء کا تتبع کیا، اس کے علاوہ عام بول چال میں جس میں صرف و نحو کی زیادہ پابندی نہ تھی، اتر کی کے الفاظ استعمال کرنے لگے، پرانے قواعد سے نوجوان انشا پردازوں کی یہ آزادی جامعہ ازہر کے شیوخ اور ان کے مقلدین کو پسند نہ آئی، اور انھوں نے ان جدید رجحانات کی مخالفت شروع کی، اور اس مخالفت میں عربی کے پرانے لٹریچر کو از سر نو زندہ کرنے کی کوشش کی، اور قدیم اکابر علماء کی غیر مطبوعہ کتابوں کو چھاپ چھاپ کر عربی زبان بولنے والے عوام تک پہنچایا، اور ان کو عربی زبان کے قدیم اصول و قواعد کو قائم رکھنے کی ترغیب دی، لیکن ان کی تمام کوششوں کے باوجود پرانے مقفی اور مسجع طرز میں تبدیلی پیدا ہو کر رہی، چنانچہ نئے ممتاز اخبارات و رسائل مثلاً العروۃ الوثقی (۱۸۸۳ء)، المقطف (۱۸۸۷ء)، اللہال اور المنار (۱۸۹۱ء) اور شیخ محمد عبده کی تصانیف میں



نثر کی یہ تبدیلی نمایان نظر آتی ہے، ان اخبارات و رسائل کے مقالہ نگار نوح اور ادب کے پرانے ضوابط کے پابند ضرور رہے، لیکن اپنے کو پرانے طرز انشاء سے بڑی حد تک آزاد کر لیا، ادب و انشاء کے اس انقلاب میں ان ذہنی تحریکوں کو بڑا دخل ہے، جن کو سید جمال الدین اتقانی اور شیخ محمد عبدہ نے شروع کیا تھا، شیخ محمد عبدہ نے مصریوں کو پرانی روایات کی زنجیروں سے آزاد کرنے کی کوشش کی، اور اسلام کی ثقافت کے تحفظ کے ساتھ موجودہ تمدن کی ترقیوں سے بھی استفادہ کی تعلیم دی، ان کی تحریک سے ایسا ماحول پیدا ہو گیا، کہ عربی لٹریچر اور اسلامی علوم و فنون کی تجدید اسلام کو شاندار ماضی کے ساتھ ہو سکتی ہے، اس ماحول نے تحریر اور انشاء کیلئے بھی ایک نئی راہ پیدا کر دی،

شیخ محمد عبدہ کے متقدمین کی بڑی تعداد ہے، جن میں قابلِ قدر علماء اور فضلا بھی ہیں، ان مقلدون کی باضابطہ تنظیم ہے جس کا آرگن البحریدہ نامی ایک اخبار تھا، یہ اخبار ۱۹۰۶ء میں احمد لطفی کی ادارت میں جاری ہوا، اسکی تحریر میں عربی ادب و انشاء کا ایک خاص طرز نمایان تھا، شیخ محمد عبدہ کے مقلدون نے قدیم اور جدید رجحانات کے درمیان ایک معتدل راہ اختیار کی، وہ اپنی قوم کو تعلیم، حریت اور آزادی کا سبق دیکر اسکو بلند کرنا چاہتے تھے، اس مقصد کے حصول کے لئے اسلامی خصوصیات کو برقرار رکھتے ہوئے مغربی تمدن کے تمام اصولوں کو اپنی سیاست اور معاشرت بلکہ لٹریچر تک میں رائج کرنا چاہتے تھے، لیکن امتداد زمانہ سے ان مقلدون میں سیاسی اختلاف پیدا ہو گیا، اور البحریدہ کو نیکو کردینا پڑا، مگر اس جریدہ نے ملک کے ذہنی نشوونما میں جو تبدیلی پیدا کر دی تھی، اس میں برابر ترقی ہوتی رہی، ۱۹۱۲ء میں مصر میں ایک نئی یونیورسٹی قائم ہوئی جس سے جدید خیالات کی تشریح میں بڑی مدد ملی، اور علمی تجدید کو بڑا فروغ ہوا، ۱۹۲۲ء میں علمی تجدید کے حامیوں نے اپنی

تحریک کو پر زور بنانے کے لئے ڈاکٹر محمد حسین بیگل کی ادارت میں ایک اخبار السیاستہ جاری کیا، السیاستہ کے اہل قلم اور مقالہ نگاروں نے عربی زبان کی تاریخ اور تنقیدی ادب پر زیادہ زور دیا، ان کے مضامین اور تصانیف میں پہلی دفعہ عرب قومیت کے بجائے مصری قومیت کی اسپرٹ نظر آئی، اس نئے گروہ میں بھی دو جماعتیں ہیں، ایک جماعت کا خیال ہے کہ مغرب کے وسیع علمی اور سائنٹفک ذرائع سے اسلامی ثقافت کی روح اور اسکی خصوصیات کو نقصان پہنچائے بغیر شرعی لٹریچر میں ہر طرح کا استفادہ کیا جاسکتا ہو، اس خیال کے حامی ڈاکٹر منصور نعمی، پروفیسر احمد امین مصطفیٰ عبد الرزاق اور ابراہیم عبد القادر وغیرہ ہیں، دوسری جماعت کے گویا رہنما ڈاکٹر طحطاہ حسین ہیں، وہ عربی زبان کا مطالعہ مغرب کی علمی تنقید کے سائنٹفک اصول اور قوانین کے مطابق کرنا چاہتے ہیں، وہ اپنی تنقید میں قدما کی رائے سے اسی حد تک متاثر ہونا پسند کرتے ہیں، جس حد تک وہ موجودہ سائنٹفک اصول کے مطابق ہو، ان کے خیال میں اہل عرب کے علمی مشاغل کو اسی نقطہ نظر سے دیکھنا ضروری نہیں ہے، جس نقطہ نظر سے اسکو قدما نے دیکھا، اس خیال کے تحت جب زمانہ جاہلیت کی شاعری پر انکی کتاب الادب السجائی شائع ہوئی، تو اس کی سخت مخالفت ہوئی، کیونکہ اس کتاب میں انھوں نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے قصوں کو جو اسلام سے پہلے مشہور تھے، ناقابلِ قبول قرار دیا تھا، مصری حکومت نے عوام کی شدید مخالفت کو دیکھ کر اس کتاب کو ضبط کر لیا، لیکن ڈاکٹر طحطاہ حسین نے اس مخالفت کے باوجود قدما کے طرز تنقید کے خلاف ہر قسم کی کوششیں جاری رکھیں، ان کا خیال ہے کہ عربی لٹریچر کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ دینی علوم سے اس کا لگاؤ باقی نہ رہے کیونکہ کسی لٹریچر کا ذریعہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ تعصب سے آزاد ہو، خواہ یہ تعصب مذہبی ہو یا سیاسی لٹریچر کی تاریخ کا مطالعہ آزاد اور ناقداںہ ہونا چاہئے، جس طرح ماہرین نباتات اور حیاتیات اپنے علوم کی



تحقیقات میں کسی خوف اور رعایت کو دخل نہیں دیتے، میں، عربی زبان کے ادب عالی کے متعلق ان کے خیالات ایسا تھے کہ حدیث الاربعاد کے عنوان سے شارح ہوئے، اس میں انھوں نے اپنے خاص نقطہ نظر سے اموی اور عباسی عہد کے طرز زندگی اور شاعری پر تنقید کی ہے، اور اس زمانہ کے ممتاز شعراء مثلاً ابونواس، بشار بن برد، مطیع بن ایاس، مردان ابن ابی حفصہ کی شاعری کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے، اور قدیم اور جدید خیالات کے انشا پر دازون کے متنازع امور پر بھی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے،

مصر میں ۱۸۸۲ء اور ۱۸۳۶ء کے درمیان غیر معمولی سیاسی اور معاشرتی انقلابات ہوئے ان انقلابات میں عربی لٹریچر و ادب میں اثر سے بہت زیادہ متاثر ہوا، عربی زبان میں جدید شاعری کا آغاز ہوا جس میں زیادہ تر فرانسیسی اثرات غالب تھے، عثمان جلال نے فرانسیسی شعراء کے گیتوں کو عربی شعر کا جامہ پہنا کر شروع کیا، جس میں صرف و نحو کی پابندی نہیں تھی، یہ اشعار تھیں رون، فلمی کہانیوں اور نشر گاہوں میں مقبول ضرور ہوئے، لیکن ابھی ان میں زیادہ ترقی نہیں ہوئی، اور انکی علمی اہمیت بھی تسلیم نہیں کی جاتی ہے،

شاعری میں عموماً بحرین اور عروضی قواعد تو وہی پرانے ہیں، لیکن بعض جدت پسند شعراء نے جدت میں کی ہیں، مثلاً شوقی کا یہ شعر،

مال واحتجب وادعی الغضب

فاعلم فعل فاعلم فعل

ابراہیم ناجی نے عاصفہ روح میں ایک نئی بحر استعمال کی ہے،

این شط الرجا یاعباب الهموم

فاعلم فعل فاعلم فعل

گویہ بحرین قدیم بحروں کی محض ترمیم ہیں، پھر بھی عربی زبان کے لئے نئی ہیں بعض شعراء مثلاً البارودی (محمود پاشا) ۱۸۳۹ء - ۱۹۰۴ء اور حافظ نے بھی نئے اسٹائل اور طرز میں عمد عباسی کے شعراء کی تقلید کی، لیکن اپنے عہد کے جدید رجحانات سے بھی متاثر ہوئے، مثلاً بارودی کے ایک قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں،

یادروضۃ اللیل لرحمتہ بالنعۃ ولاحد تک سماء ذات اخلاق

اصبوا لیہا علی بعد وبعیبتی انی اعیش لہا فی ثوب املاق

وکیف انسی دیار قد ترکت بہا اھلا کراما لھوودی واشفاق

حُب الوطنی کا یہ رنگ حافظ کی نظموں اور مرثیوں میں اور بھی تیز ہو جاتا ہے، حافظ نے

نہ صرف حب الوطنی کا ترانہ گایا، بلکہ اپنی نظموں میں غربا کی دردناک حالت کی تصویر کھینچی، اور ان سے ہمدردی کا اظہار کیا، جس سے وہ شاعر عوام ہو گیا، حافظ اور شوقی کی نظموں میں زیادہ تر

مصری قومی اسپرٹ کا ترانہ تھا، انھوں نے عربوں کے ذہن میں اسلامی اور مصری دونوں

تمدنوں کے شاندار ماضی کی یاد تازہ کی، شوقی نے اپنے اشعار میں نئے مضامین اور نئے طرز

بھی رائج کئے، اور نہ صرف قدیم قصیدہ کے طرز کو چھوڑ دیا، بلکہ عام بول چال کے الفاظ مصر کی

قدیم تاریخ کے غیر مانوس اسماء کبھی بالکل نئے الفاظ مثلاً سیارہ، مطارہ، ریل گاڑی کے لئے،

رائج دغاوت عین آمون کے لئے جبار القون اور برطانوی شیر کیلئے الیٹ استعمال کئے ہیں

عربی ادب میں رزمیہ شاعری اور ڈرامہ بھی شوقی کی کوششوں سے شروع ہوا،

لیکن اس سجدہ کے باوجود حافظ اور شوقی کو یورپین طرز کے جدید شاعر نہیں کہا جاسکتا

ڈاکٹر محمد حسین بیگل کا خیال ہے کہ شوقی کی شاعری میں اسلامی اور مغربی فلسفہ کا ایک عمدہ قسم کا

اتزان ہے لیکن ڈاکٹر طحطاوی کو اس رائے سے اتفاق نہیں، انکی رائے میں شوقی کی شاعری



کسی خاص تخیل یا شاعرانہ نظریہ کی حامل نہیں، یہ بھی ان کا خیال ہے کہ عربی زبان کی جدید شاعری میں نہ تو قدیم شاعری کا اعلیٰ معیار ہی قائم ہے، اور نہ وہ بالکل جدید ہے، کیونکہ جدید شعراء اپنے عہد کی زندگی کی صحیح ترجمانی نہیں کرتے ہیں، اسکی وجہ یہ ہے کہ ان میں صلاحیت اور ذہنی نشوونما کا فقدان ہے۔ شوق اور حافظہ کی شاعری اعلیٰ معنوں میں جدید نہ ہو، لیکن انھوں نے اپنی سیاسی اور اخلاقی نظموں کے ذریعہ سے ملک میں قومی سرگرمی اور جوش خوب پھیلایا، اور اپنی قوم کے جذبات کی پوری ترجمانی کی، مغرب کے شعراء کی طرح انھوں نے نہ دنیا کے سامنے کوئی نیا پیام پیش کیا، اور نہ عربوں ہی کو کوئی پیام دیا، وہ قوم کو متاثر نہیں کر سکے، بلکہ خود اس سے متاثر ہو کر ان کے جذبات کے ماتحت رہے، البتہ عربی شاعری کی آئندہ ترقی کے لئے فضا تیار کر دی، ان کی کوششیں اس لئے بھی بار آور کی جاسکتی ہیں کہ ان کے اثر سے موجودہ شعراء میں فطری اور حکایتی شاعری کا رجحان بڑھتا جاتا ہو اور بعض نظموں خاص مقصد سے لکھی جاتی ہیں جن میں تخیل کا تسلسل اور مدعا کی یکسانیت باقی رہتی ہو۔

غرض عربی شاعری کی تجدید کی کوششیں جاری ہیں، اسکے نو مجلسین بھی قائم ہو گئی ہیں، ۱۹۳۶ء میں اسکندریہ میں شاعری کا جدید اسکول کے عنوان سے بہت سے لکچرز دیئے گئے ہیں جس میں ممتاز فضلہ اور شعراء نے شرکت کی، ان تمام مقرروں نے قدیم عروض اور بحر وں کے قیود سے آزادی حاصل کر کے غیر شعری شاعری کی ترغیب دی، اور زمیہ شاعری اور ڈرامہ پر زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت بتائی، عربی شاعری کے ان مجددوں کی کوششیں کس حد تک کامیاب ہون گی، یہ ابھی نہیں بتایا جاسکتا، لیکن اس کے جدید رجحانات یہ ہیں کہ اس کی اصلی خصوصیات کے قیام کے ساتھ اس میں جدید پیر و پین طرز زیادہ سے زیادہ رائج ہو جائے،

(باقی)

(دس۔ع)



## انسانیکلوپیڈیا

### اردو انسانیکلوپیڈیا

ادارہ ادبیات اردو جس کو ملک کے ذی علم حضرات کی قلمی اعانت اور ذی مرتبہ اہلکار کی سرپرستی کا شرف حاصل ہو کم و بیش دس سال سے زبان و ملک کی مسلسل خدمت کر رہا ہے اسکا کام مختلف علوم و فنون کے بارہ شعبوں میں پھیلا ہوا ہے جس کے زیر نگرانی اب تک بہتر (۲) سے زیادہ کتابیں شائع ہو کر مقبول ہوئیں،

بہت غور اور متعدد صاحبان علم و فضل سے تبادلہ خیال کے بعد اس نے گزشتہ سال اردو انسانیکلوپیڈیا شائع کرنے کا تصفیہ کیا، چونکہ اسکی ترتیب و تالیف کے لئے متعدد علوم و فنون کے ماہرین کے اشتراک عمل کی ضرورت تھی، اس لئے سب سے پہلے اس نے ہندوستان کے متعدد ماہرین علوم و فنون کو قلمی اعانت پر آمادہ کیا،

انسانیکلوپیڈیا کی ترتیب و تالیف میں اس کا خاص طور پر خیال رکھا جا رہا ہے کہ مختلف علوم و فنون کے الفاظ ماہرین ہی سے لکھوائے جائیں، اس سلسلہ میں ساری انسانیکلوپیڈیا کو مختلف علوم و فنون کے متعدد شعبوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے، اور ہر شعبہ کی نگرانی ایک ماہر کے تفویض کر دی گئی ہے، جو معاونین کی مدد اور مجلس انتظامی کی عام نگرانی میں شعبے کے جملہ الفاظ پر نوٹ مرتب کر رہا ہے،



فی الوقت حسب ذیل ماہرین اور علماء اپنی نگرانی میں مضامین متعلقہ کا کام شروع کر چکے ہیں،  
 معاشیات ڈاکٹر انور اقبال صاحب قریشی ایم اے آکسن باراٹ لاءدر شعبہ معاشیات جامعہ عثمانیہ  
 تاریخ پروفیسر ہارون خان صاحب شیروانی ایم اے آکسن باراٹ لاءدر شعبہ تاریخ  
 جامعہ عثمانیہ

تہذیب و ثقافت ڈاکٹر ایشور ناتھ صاحب ٹپا ایم اے پی ایچ ڈی پروفیسر انڈین کلچر جامعہ عثمانیہ  
 ریاضی ڈاکٹر رضی الدین صاحب صدیقی ایم اے پی ایچ ڈی  
 سائنس ڈاکٹر قاضی معین الدین ایم ایس سی پی ایچ ڈی پروفیسر نظام کالج و ڈاکٹر لال  
 ایم ایس سی پی ایچ ڈی

السنہ قدیم و جدید ڈاکٹر محمد راحت اللہ خان صاحب ایم اے ڈی فل مٹم کتب خانہ آصفیہ  
 فلسفہ ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب ایم اے پی ایچ ڈی  
 تعلیمات و تدریس مولوی سجاد مرزا صاحب ایم اے پرنسپل ٹریننگ کالج  
 طب ڈاکٹر منظور علی صاحب اف اسی اس و ڈاکٹر قاسم حسین صاحب صدیقی ایم آر  
 سی ایس ایل آر سی پی لندن کارورنر بلدہ

نسائیات مس صبی مندی بی اے آنرز آکسن  
 کھیل اس ام ہادی بی اے کیمبرج

اردو زبان و ادب ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور ایم اے پی ایچ ڈی پروفیسر عبدالقادر سرور  
 ایم اے ایل ایل بی  
 ہندی ادب اور یوٹا پنڈت ونشی دھرو دیا انکار  
 کنڑی و مرہٹی وغیرہ رگھوناتھ راؤ ہساری ایم اے و ڈی کے بھیم سین راؤ ایم اے

انڈکس کی ترتیب اور مقالے لکھوائے جانیکا انتظام تیزی کے ساتھ جاری ہے، ان کے علاوہ  
 بہت سے مشاہیر علماء و فضلا ہندوستان کے گوشے گوشے سے دوسرے علوم و فنون کے ضمن میں قلمی  
 اعانت فرما رہے ہیں، ان میں سے چند کے نام یہ ہیں،

ڈاکٹر محمد باقر ایم اے پی ایچ ڈی لاہور، پروفیسر مسعود حسن رضوی ایم اے لکھنؤ یونیورسٹی، شاہ بخاری  
 پطرس ایم اے دہلی، ڈاکٹر عبداللہ چغتائی پونا، پروفیسر مردورالہ آباد وغیرہ۔

ترتیب و تالیف کی نوعیت اور معیار کا صحیح اندازہ پیش کرنے کے لئے زیر اشاعت انسائیکلو پیڈیا  
 کے چند اوراق بطور نمونہ الگ شائع کر کے ہفتہ عشرہ میں صاحبان ذوق و نظر کی خدمت میں عرض کر رہے  
 ہیں، جائیں گے،

اردو انسائیکلو پیڈیا جیسی علوم و فنون کی ضخیم کتاب کی ترتیب و تدوین کے لئے ابھی ہمیں مسیو  
 ماہرین کی قلمی اعانت درکار ہے، اس لئے ہم بجد ممنون ہوں گے، اگر وہ علماء و فضلا جن کا اب تک  
 ہمیں تعاون حاصل نہیں ہوا اور جو ازراہ علم و دوستی ہمارا ہاتھ بٹانا چاہتے ہیں، ہمیں مطلع فرمائیں کہ ان  
 کن خاص علوم و فنون سے دلچسپی ہے، تاکہ ہم ان کی قابلیتوں سے استفادہ کر سکیں،

## قانون مسعودی

محکمہ آثار قدیمہ ہند (دہلی) نے بیرونی کی مشہور کتاب قانون مسعودی کو شائع کیا ہے، اس کی  
 تصحیح و ترتیب ایک ترکی مستشرق ذکی ولیدی طغان نے کی ہے، اسکی ترتیب کے لئے انھوں نے البیرونی  
 کی تصانیف کی تلاش اور جستجو میں یورپ اور ایشیا کے مختلف حصوں کی سیاحت کی، اور کئی سال کی  
 محنت کے بعد قانون مسعودی کو اڈٹ کیا، ان کو یورپ میں اس کتاب کا کوئی ناشر نہ ملا تو ہندوستان  
 کے محکمہ آثار قدیمہ کے ڈاکٹر کٹر جنرل کی طرف رجوع کیا، انھوں نے کتاب کی اہمیت کا لحاظ کر کے منظوری



کر لیا، اور محکمہ آثار قدیمہ نے اس کو گزشتہ جولائی میں دہلی سے شائع کر دیا ہے لیکن اس میں قانون مسودی کے صرف ہی حصے ہیں، جن کا تعلق ہندوستان سے ہے، حالانکہ البیرونی نے اس کتاب میں ایشیا کے مختلف خطوں کے پر از معلومات جغرافیائی حالات لکھے ہیں، یہ حالات اس نے ذاتی مشاہدات اور تجربات کے بعد قلمبند کئے ہیں، البیرونی مختلف زبانوں کا جید عالم تھا، اس لئے جن جن ملکوں میں وہ گیا، وہاں کی زبان، سائنس، لٹریچر، فلسفہ، مذہب، اور عادات و رسوم کی مفصل کیفیت بھی لکھی ہے،

قانون مسودی کا وہ حصہ جو ہندوستان کے محکمہ آثار قدیمہ نے شائع کیا ہے، چار ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب میں کرہ ارض کی عمومی تفصیلات، اور مختلف ملکوں کی جغرافیائی تقسیم ہے، اس تقسیم میں ایک نقشہ کے ذریعہ کے طول البلد اور عرض البلد کی تشریح کی گئی ہے، دوسرا باب دنیا کی ابتدا قدیم انسانی آبادی، اور بر فانی نظریہ پر ہے، کہا جاتا ہے، کہ بر فانی نظریہ سب سے پہلے البیرونی نے ہی قائم کیا تھا، یہ نظریہ اوس نے مین کے پہاڑوں کے مشاہدات پر قائم کیا تھا،

تیسرے باب میں معدنیات یعنی سونا چاندی تانبے، اور لوہے وغیرہ اور ان کی کانوں کے حالات ہیں، چوتھے باب میں جڑی بوٹیوں، پودوں پھل، مختلف ادویات، اور چھالوں کی تفصیلات ہیں، اس باب میں بری اور بحری جانوروں کی خصوصیات بھی بیان کی گئی ہیں، "ص ع"

## تجدید لغات

عربی زبان کے اخبارات، رسائل، تصنیفات اور بول چال میں ہزاروں نئے الفاظ پیدا ہو گئے ہیں جن کے بغیر آج کل کی عربی زبان سمجھنا دشوار ہے، مصنف نے اس کتاب میں اس قسم کے چار ہزار جدید عربی الفاظ کا لغت لکھا ہے قیمت: پندرہ روپے

"منہج"

## ادبیات

### حشر جذبات

از

جناب ثاقب کا پوری

آؤ دل پر غم کی روداد سنا فی ہو  
تارے بھی فلک پر ہیں اور شب بھی سنا فی ہو  
آشفہ خیالی ہے، آشفہ بیانی ہو  
کیونکر ہوش اس میں یہ میری کہانی ہو  
آزاد ہوں جلوے بھی آزاد ہیں جب نظریں  
اظہار تجلی میں کیوں قید مکانی ہو  
وہ دیکھیں تو شاید ہوا حساس فانی ہو  
تصویر، محبت میں ایک ایسی فانی ہو  
کیون طول دیا اس کو جب غم تھا فانی قیمت  
یعنی کہ محبت میں جب موت ہی آتی ہو  
اب دیکھئے ہوتی ہی، نکمیں جنوں کب  
اتک تو محبت میں اشکوں کی رانی ہو  
کیوں رکھتے ہو محفل میں تم دلو غزنی اپنے  
جب دہریں ہر شے کی بنیاد ہی فانی ہو  
یا ہم ہیں زمانے میں اور اشک فانی ہو  
یا باعث رونق تھے ہم بزم تنہا میں  
قصد جو وہ سنتے ہیں میری ہی کہانی ہو  
اللہ ری مجھ ہی یہ کیسے کہوں اُن سے  
قیمت میں جو موتی تھا الفت میں جو پانی ہو  
کیا ذکر کردن تم سے اُس اشک کی قیمت

باقی نہ رہا ثاقب جو لطف کہ حاصل تھا

اظہار محبت سے اب دل پہ گرائی ہو



## غزل

از

جناب شاہ صدیقی اکبر آبادی

اے عشقِ بے نیاز، یہ کیا انقلاب ہے  
نغمِ کامیاب ہے نہ خوشی کامیاب ہے  
مستی میں، ہر فریبِ خرد، بے نقاب ہے  
اس وقت، جو گنہ بھی کیجے ثواب ہے  
وہ دور میں لگا، طلبِ کامیاب ہے  
بڑھ جائے اپنی حد سے تو جلوِ حجاب ہے  
فکرِ مالِ عشقِ نہ کی ہم نے عشقِ مین  
معلوم تھا کہ خواب ہی تعبیرِ خواب ہے  
لطفِ نظر بہ قید نظر چاہتا ہوں میں  
میرا سوال دیدِ خود اپنا جواب ہے  
مجبور ہوں کہ طاقتِ شکرِ ستم نہیں  
مسرور ہوں کہ تیرا ستم کامیاب ہے  
دسویں ہزار عشق کی معراجِ زندگی  
یہ تم نے کیا کہا کہ زمانہِ خواب ہے  
غم پر اثر نہیں ہے کسی انقلاب کا  
اور غم بجائے خود اثرِ انقلاب ہے  
حاصل ہے لطفِ دیدِ مگر یہ خبر نہیں  
تو بے حجاب ہے کہ نظر بے حجاب ہے

شاہدِ بغیر و بہ نہیں نظمِ کائنات

اس بزمِ ناز میں کوئی دلِ باریاب ہے

جامِ صہبائی

از جناب اثرِ صہبائی

صہبائے خیمِ الست مل جائے مجھے!  
آگاہی رازِ ہست مل جائے مجھے!  
باطلِ مرے پانوں میں گون ہو جائے  
ایسا دلِ حق پرست مل جائے مجھے!

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کے مے سالنہ او خائن

الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر، مرتبہ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی تقطیع بڑی فضیلت

۴۸۰ صفحے کا غذا کتابت و طباعت بہتر قیمت عاریتہ: دفتر الفرقان بریلی

رسالہ الفرقان بریلی اس سے پہلے ہندوستان کے مجددین و مصلحین میں حضرت مجدد الف ثانی  
مولانا سید احمد بریلوی اور مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے حالات میں خاص نمبر نکال چکا ہے، اب اس  
نے اس سلسلہ کے مجدد اعظم حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے تذکرہ کی سعادت حاصل کی ہے، تجدیدی  
دست و جامعیت کے لحاظ سے شاہ ولی اللہ صاحب کا مقام بہت بلند ہے، اور گریب کے بعد  
ہندوستان کے مسلمانوں پر نہ صرف سیاسی بلکہ مذہبی، اخلاقی، تعلیمی، علمی اور اقتصادی ہر حیثیت سے  
زوال طاری ہو گیا تھا، مرکزی حکومت کمزور پڑ چکی تھی، ملک میں طوائف الملوکی بپا تھی، ارکان  
سلطنت میں غیر اسلامی طاقتوں کا غلبہ تھا، علم و فکر و نظر سے محروم اور عوام جہل و  
خرافات میں مبتلا تھے، ہر طبقہ اور ہر شعبہ سے اسلامی روح فنا ہو رہی تھی، اس  
نازک دور میں شاہ ولی اللہ کا ظہور ہوا، انکی نظران تمام زوال پذیر گوشوں پر تھی، چنانچہ انھوں نے  
دین و ملت، عقائد و خیالات، علم و فن، شریعت و طریقت، سیاست و اقتصادیات ہر شعبہ میں تجدید  
و اصلاح اور مسلمانوں کے مردہ قالب میں روح پھونکنے کی کوشش کی، الفرقان نے ان کا زمانہ پر



ہندوستان کے ممتاز اصحاب علم کے قلم سے مقالات اور معلومات کا یہ ضخیم مجموعہ فراہم کیا ہے، مولانا مسعود عالم ندوی کا مضمون "امام دلی اللہ دہلوی سے پہلے اسلامی ہند کی دینی حالت اور اس کا تبدیلی" ارتقاء بڑی تلاش و محنت سے لکھا گیا ہے، اور شاہ صاحب کے تجدیدی کارناموں کے پس منظر کی حیثیت رکھتا ہے، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے منصب تجدید کی حقیقت واضح کر کے اس میں شاہ صاحب کا مقام دکھایا ہے، مولانا مناظر احسن گیلانی کا مبسوط مضمون شاہ صاحب کے تجدیدی کارناموں پر جامع تبصرہ ہے، مولانا عبید اللہ سندھی نے حکمت ولی اللہی کا اجمالی تعارف کر دیا ہے، گو اس مضمون کے تمام استنباطات سے ہم کو اتفاق نہیں ہے لیکن مضمون بہت عالمانہ ہے، اور شاہ صاحب کے فلسفہ اور ان کی کتابوں پر عمیق غور و فکر کا نتیجہ ہے، مولانا سید سلیمان ندوی کا مضمون "ہندوستان میں اسلامی حکومت کے زوال کا سبب شاہ صاحب کی نظریں" کو مختصر ہے لیکن اس سے شاہ صاحب کی سیاسی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے، ان مضامین کے علاوہ مولانا سعید احمد ڈیڑہ، مولانا ابوالحسن علی ندوی، استاذ ذمۃ العلماء مولانا محمد اویس نگر، امی نیت دار المصنفین، مولانا ابوالنظر امروہوی، مولانا محمد یوسف استاذ جامعہ ڈابھیل، مولانا خیر محمد صاحب صدر مدرس خیر المدارس جالندھر، مولانا منظور نعمانی، ڈیڑہ الفرقان کے قلم سے شاہ صاحب کی مختلف حیثیتوں پر فاضلانہ اور پر از معلومات مضامین ہیں، شاہ صاحب کے متعلق متعدد اچھی نظمیں بھی ہیں، تبرکات انکی تحریر کا عکس بھی شامل کر دیا گیا ہے، معلومات کے اعتبار سے نمبر شاہ صاحب کے حالات میں مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے، اور باب علم کے مطالعہ کے لائق ہے

**البيان براہین وحی نمبر ۲** مرتبہ جناب مولوی محمد حسین صاحب عرشی تقیظ بڑی ضخامت

۱۸۲ صفحہ کا تذکرہ کتابت و طباعت بہتر قیمت ۵ روپے، دفتر امت مسلمہ امرتسر،

بیکر کسی تاویل کے کلام پاک کے وحی الہی ہونے کا عقیدہ اسلام کا ایسا بنیادی مسئلہ اور مسلمانوں

کا ایسا متفقہ عقیدہ ہے جس سے کسی اسلامی فرقہ کو اختلاف نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس سے مدبر نگار

کے انکار پر بلا اختلاف ہندوستان کے تمام اسلامی فرقوں خفی و ہابی اہل قرآن، اہل حدیث، حتیٰ کہ نئے تعلیم یافتہ آزاد خیال مسلمانوں تک نے مدبر مذکور کو ملامت کی، اور اس کے خرافات کے جواب میں مضامین لکھے، رسالہ البیان امرتسر نے ان تمام مضامین کو براہین وحی کے نام سے ایک خاص نمبر میں جمع کر دیا ہے، مضمون نگار دن کے ناموں پر نظر ڈالنے سے اس کا ثبوت ملتا ہے، کہ اسلام کے بنیادی مسائل پر احمد تئذ آج بھی تمام اسلامی فرقے اور جماعتیں متفق ہیں، چنانچہ اس نمبر میں مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد دریا بادی، مولانا شاد اللہ امرتسری، مولانا منظور نعمانی، ڈیڑہ الفرقان، مولانا سعید احمد اکبر آبادی، ڈیڑہ فرقان مولانا اویس نگر امی، مولوی عرشی امرتسری، ڈاکٹر تاثیر ایم اے پی ایچ ڈی، سید مقبول احمد ڈیڑہ کلکتہ، جناب اقبال سلمانی صاحب جیسے مختلف اصحاب ایک جماعت میں نظر آتے ہیں، یہ مجموعہ نہ صرف خرافات نگار کے جواب کی حیثیت سے بلکہ کلام اللہ اور وحی کے متعلق علمی حیثیت سے بھی مطالعہ کے لائق ہے،

**عالمگیر تاریخ نمبر ۲** { مرتبہ حافظ محمد عالم صاحب تقیظ بڑی ضخامت علی الترتیب  
اور سالنامہ ۱۱۹۲ اور ۲۳۵ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت

تاریخ نمبر ۱۲، سالنامہ ۵ روپے، پتہ بازار سید مٹھالا ہور،

رسالہ عالمگیر نے اس سال دو خاص نمبر نکالے ہیں ایک تاریخ نمبر، دوسرا سالنامہ تاریخ نمبر

کے بیشتر مضامین تاریخی یا تاریخی رنگ کے ہیں، تاریخی مقالات میں "زیب النساء بگیم"، پروفیسر سالک ایم اے، "عہد شاہجہانی کا نامور مورخ" جناب عبداللہ قرشی، سلطان شہید حیدر علی صاحب بنی

منفید اور پر از معلومات ہیں، مولانا ظفر علی خان کے "تاریخی جواہر ریزے" بھی دلچسپ ہیں، تاریخی رنگ کے متعدد دستھرے افسانے اور ڈرامے بھی ہیں، تاریخی اور ادبی دونوں حیثیتوں سے یہ نمبر

اچھا ہے،



سالانہ بھی معمول کے مطابق مختلف رنگ اور مذاق کے مضامین کا مجموعہ ہے، یہ نمبر بھی سنجیدہ علمی اور تاریخی مضامین سے خالی نہیں لیکن تاریخ ہنر کے مقابلہ میں یہ مضمون معمولی ہیں تاہم ان میں "حقائق و معارف" مولانا ظفر علی خان، مالیات عامہ اور اسلام، عبدالرحیم شبلی، مرزا سبزواری، مولوی محوی صدیقی معلومات کے اعتبار سے غنیمت ہیں، ادب اور افسانوں کا حصہ البتہ اچھا ہے "پنیر کے سوراخ" فضل حق صاحب قرشی، ڈاکٹر "جناب سالک لکھنوی، حسن سوگوار، جناب ظفروا علی بھٹکے، آسی رام نگری اچھے افسانے ہیں،

**نیزنگ خیال** { مرتبہ جناب حکیم محمد یوسف حسن صاحب تقطیع بڑی ضخامت  
اردو مجلس دلی نمبر { ۵۰ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر، قیمت ۸ روپے، پتہ :-

نیزنگ خیال فیلنگ روڈ لاہور،

دلی کے خوش مذاق ادیب خواجہ محمد شفیع صاحب دہلوی نے اردو زبان کی خدمت کیلئے ایک مجلس قائم کی ہے، اس کے ہفتہ وار جلسوں میں مجلس کے ارکان مختلف موضوعوں پر مقالات اور نظموں پڑھتے ہیں، نیزنگ خیال نے اردو مجلس دلی کے نام سے ان کو ایک خاص نمبر میں جمع کر دیا ہے، اس میں زیادہ تر افسانے اور ڈرامے ہیں، لیکن ستھرے اور مفید آغا عینی رشادی کا خواب اشرف صہوجی صاحب اور حقیقی دوست، جناب ماہر دہلوی، موثر اور سبق آموز اور چار درویش، احترام اللہ صاحب، اور پچھکتی مینا، دچپ ہیں، علمی مضامین میں حامد علی صاحب کا مضمون "آٹا" صنادید غم مفید ہے، نظموں کا حصہ بھی اچھا ہے، اس نمبر کے تقریباً تمام مضمون نگار دہلی کے ہیں اسلئے ادبی حیثیت سے سب مضامین بلند پایہ ہیں،

سالانہ سانی مرتبہ جناب شاہد احمد صاحب تقطیع بڑی ضخامت ۲۰۰ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت ۷ روپے :- دفتر ساقی دہلی،

یہ نمبر افسانوں کی کثرت تنوع اور ضخامت کے اعتبار سے پوری کتاب ہے، افسانے بیشتر اچھے افسانہ نگاروں کے قلم کے ہیں، اور ان میں اختلاف ذوق کا بھی بخاوار کھا گیا ہے، اس کا بڑا حصہ دچپ اور پڑھنے کے لائق ہے، ایسے افسانوں سے اردو میں فسانہ نگاری کا معیار قائم ہے، ہم نے قریب قریب کل افسانے پڑھے، اعظم کریم، صادق انجری، جناب اسماعیل، ممتاز مفتی، بلونت سنگھ، عظیم بیگ چغتائی، محمد نصیر الدین شفیق الرحمن اور شرف صہوجی کے افسانے زیادہ پسند آئے،

**ادب لطیف** { مرتبہ چودھری برکت علی و چودھری نذیر احمد صاحبان تقطیع بڑی  
**افسانہ نمبر** { ضخامت ۱۵۲ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت ۱۲ روپے :-

مکتبہ اردو لاہور،

یہ نمبر بھی افسانوں کے تنوع اور دچپی کے اعتبار سے کامیاب ہے، گو اس کے افسانوں کی تعداد ساقی سے کم ہے، لیکن کیفیت میں اس کے برابر ہے، مختلف مذاق کے میں بائیس افسانے ہیں، راجندر سنگھ بیدی، احمد ندیم قاسمی، بلال احمد، اوپندر ناتھ اشک، اختر انصاری، اور شفیق الرحمان کے افسانے خاص طور سے پڑھنے کے لائق ہیں،

**ہمدرد صحت** { مرتبہ جناب حکیم حافظ محمد سعید خان دہلوی تقطیع بڑی ضخامت  
**قدرتی علاج نمبر** { ۱۶۴ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت ۲ روپے :-  
ہمدرد منزل لال کنواں دہلی،

ہمدرد صحت ہر سال کسی اہم طبی موضوع پر خاص نمبر نکالتا ہے، اس مرتبہ اس نے قدرتی علاج کے مختلف طریقوں پر یہ نمبر نکالا ہے، تہذیب و تمدن اور فن طب کی روز افزون ترقی نے فطری علاج کو ذہنوں سے بالکل فراموش کر دیا ہے، اور اب طبی علاج ناگزیر سا ہو گیا ہے حالانکہ اصل طریقہ علاج یہی ہے، خصوصاً صحت کے بقا و تحفظ کا مدار تو اب بھی بڑی حد تک فطری قوانین



کی پابندی پر ہے، اس نمبر میں پانی، غذا، آرام و سکون، ورزش جسمانی، ماش، صفائی، شوخ و آقا، مختلف رنگوں، روزہ اور موسیقی وغیرہ فطری اصولوں اور طریقوں کے ذریعہ بقائے صحت اور امرارِ حیات کے علاج پر مفید مضامین ہیں، موضوع سے متعلق چند افسانے بھی ہیں، یہ نمبر اطباء اور عوام دونوں کے مطالعہ کے لائق ہے۔

**عصمت سالگرہ نمبر**، مرتبہ رازق انجری صاحب تقطیع بڑی ضخامت ۱۳۶ صفحہ

کاغذ کتابت و طباعت بہتر، قیمت ۸ روپے۔ عصمت بک ڈیوڈی،

عورتوں میں تحریر و انشاء کا مذاق پیدا کرنے میں رسالہ عصمت کو بڑا دخل ہے، اس کے ذریعہ بہت سی خواتین ادبی دنیا میں روشناس ہوئیں، یہ رسالہ شروع سے اب تک ایک معتدل رویہ پر قائم ہے، عورتوں کے ذوق کے مضامین اور ان کے مفید اور کامیاب پیش کرتا ہے، یہ نمبر بھی مضامین و معلومات کے تنوع کے اعتبار سے عورتوں کے مطالعہ کے لائق ہے، ڈاکٹر نصیر الدین صاحب قلم و مختلف قوموں اور ملکوں میں طلاق کے رواج اور قانون اور اسلامی قانون طلاق کے اس کے نوا پر مفید اور پر از معلومات مضمون ہیں، البتہ تین طلاق کے مفہوم کی یہ نئی تشریح انکی طبع زاد ہے، ”م“

## نئے رسالے

**جہان آزاد** (فارسی) مرتبہ جناب عجبائی تقطیع بڑی ضخامت ۴۴ صفحہ کاغذ سپید اور

تاپ روشن قیمت سالانہ سے رنی پرچہ ہر غیر مالک سے مرث بقدر محصول زیادہ پتہ :-

جائیگہ ادارہ دہلی،

ایک زمانہ میں کلکتہ کے مشہور فارسی اخبار جل المتین نے بڑی شہرت حاصل کی تھی، اس کے بعد پھر ہندوستان سے کوئی قابل ذکر فارسی اخبار ور سالہ نہیں نکلا، اب دہلی کے ایک متوطن ایرانی آقا

عجباری نے ہندوستان اور اس کے جوار کے فارسی بولنے والے ملکوں اور قوموں کے درمیان رابطہ اور اتحاد پیدا کرنے اور ایک کو دوسرے کے حالات سے باخبر رکھنے کے لئے جہان آزاد جاری کیا ہے، ہم نے اس کے دو نمبر دیکھے اس میں موجودہ جنگ کے حالات اسلامی دنیا کی پوزیشن، متحارب قوتوں سے ان کے تعلقات، اور ان پر اس جنگ کے اثرات خصوصاً برطانیہ سے تعلقات پر زیادہ مضامین نظر آئے بعض علمی و ادبی مضمون بھی ہیں لیکن ان کی حیثیت ثانوی ہے، یہ رسالہ اس حیثیت سے ضرور مفید ہے، کہ اس کے ذریعہ ہندوستان میں فارسی زبان کی کچھ نہ کچھ خدمت ہو جائیگی، اور ہندوستان کے مسلمانوں اور فارسی بولنے والے اسلامی ملکوں کے درمیان ایک ادبی رابطہ پیدا ہو جائیگا،

**ذکری** مرتبہ مولانا عبداللہ مصری تقطیع بڑی ضخامت ۴۴ صفحہ، کاغذ کتابت و طباعت اوسط، قیمت سالانہ سے ششماہی پتہ :- آستانہ عالیہ دائرہ شاہ حجت اللہ بہادر گنج الدہ آباد،

الدہ آباد کے دو ائمہ تون علم و فضل اور ارشاد و طریقت کا مرکز رہ چکے ہیں، دائرہ شاہ حجت اللہ میں اسکی آخری یادگار مولانا شاہ محمد حسین مرحوم کی ذات تھی، ان کے بعد ان کو خلف الصدق مولانا شاہ محمد ولایت حسین مرحوم نے بڑی حد تک اس منصب کو سنبھالے رکھا لیکن اب وہ بھی اس دنیا سے اٹھ چکے، اور دائرہ شاہ حجت اللہ میں سناٹا تھا، خوشی کا مقام ہے، کہ مولانا مرحوم کے فرزند رشید مولانا محمد فاروقی فاضل مصر نے اپنی خاندانی روایات کو قائم رکھنے کے لئے رسالہ ذکر ہی جاری کیا ہے، اس کا مقصد فلسفہ تصوف کی تشریح و اشاعت اور اس کے ذریعہ موجودہ دور کے اسجاد و دہریت کا انسداد اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے حقائق کی ترجیحی ہے، ہم نے اس رسالہ کے کئی نمبر دیکھے، اس کے مضامین بڑی حد تک مقصد سو قریب ہیں، کتاب اللہ و سنت رسول کی ترجیحی بھی ہے، صوفیانہ حقائق و معارف کی تشریح بھی اور متفرق مفید مذہبی مضامین



بھی دین اسلام کے مذہبی معلومات اور ان کی تشفی کے لئے یہ مضامین کافی ہیں لیکن دہشت کے تدارک کیلئے فلسفہ، تصوف کے بجائے اسلامی تعلیمات کی حکیمانہ تشریح، اس کی روشنی میں جدید مسائل کا حل اور اسلام کی روشن تاریخ کو پیش کرنے کی ضرورت ہے، اسکا دتصوف کے خلاف نہیں، بلکہ مذہب کے خلاف ہے، تصوف کا درجہ تو مذہب کے بعد آتا ہے، پھر تصوف میں بھی فنی اور نظری تصوف اور احسان کے فرق کو جس کا تعلق روح عمل سے ہے، پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے، مجموعی حیثیت سے موجودہ صورت میں بھی یہ رسالہ فائدہ سے خالی نہیں، مولانا محمد میاں کے قلم سے طریقت و شریعت اور اسلام قرآنی کے مضامین اچھے ہیں نعمت قدوسی خاص ارباب ذوق و وجد کے مذاق کی چیز ہے،

**ہندوستانی ادب** مرتبہ جناب غلام محمد خان صاحب ایم اے تقی طبع بڑی، ضخامت

۶۴ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت سالانہ لکھنؤ پرچہ ہر تہہ پنجہ ہندوستانی ادب چنچل گورہ حیدر آباد دکن،

حیدر آباد کے نوجوانوں میں اپنی زبان کی سنجیدہ خدمت کا جو جذبہ ہے، ہندوستانی ادب کا ایک نمونہ ہے، اس کا مقصد مشترکہ زبان کی خدمت ہے جس کی شہادت اس کے مضامین سے ملتی ہے، وادابی حیثیت سے حیدر آباد کے اچھے رسالوں میں شمار ہونے کے لائق ہے، مضامین میں معلومات افادہ و پچسپی ہر پہلو کا لحاظ ہے، مستقل مضامین کے علاوہ سائنس، معلومات اور وچسپان کی سرخی کے تحت میں مختلف قسم کے مفید معلومات ہوتے ہیں، ہندوستانی زبان پر عبد القادر صاحب سروری کا مضمون اچھا ہے، سلطنت ہندی کا اخلاقی سرمایہ "عبد المجید صاحب صدیقی" تحریر کیا، نو عمران، ڈاکٹر عبد صاحب فارسی زبان کا اثر دکن میں، ڈاکٹر کلیم اللہ حسینی انصاف کی ضرورت اور اسکی تنقیدی توت "محمد غوث صاحب ایم اے مفید مضامین ہیں، ادب اور انسانے کا حصہ بھی خاصہ ہے بعض مضامین

کی زبان البتہ کھٹکی، مثلاً اجراء کے بجائے اجرائی، بنگلی کی جگہ فننگائی، ایک فقرہ ہے زبان کے شکل سے آسان کی طرف رفتار ہی کا ناقابل تردید رجحان یہ فقرہ یوں زیادہ صاف اور سلیس طریقے سے ادا ہو سکتا ہے، مشکل زبان سے آسان زبان کی جانب شدید رجحان رفتار ہی کا لفظ غلط بھی ہے، اور بے کار بھی، ان خفیت مسامحت سے اس رسالہ کی خوبی پر اثر نہیں پڑتا،

**ادیب** مرتبہ سید محمد ارتضیٰ صاحب واحدی و فصیح الدین احمد صاحب ایم اے

تقیطع تقریباً اخباری ضخامت ۱۴ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت سالانہ لکھنؤ پرچہ ۸، راپتہ ۲۰ چاندنی محل، دہلی،

دلی کے پرانے ادیب واحدی صاحب نے یہ رسالہ نکالا ہے، جو ظاہری اور معنوی دونوں حیثیتوں

سے ان کے اسکول کے پرانے رسالوں سے بالکل مختلف ہے، ظاہری صورت بھی دیدہ زیب ہو

اور ادبی حیثیت بھی بلند ہے، مضامین زیادہ تر ادبی ہوتے ہیں، لیکن ستھرے اور مفید، ایک ادب

گلی اور سنجیدہ مضمون بھی نظر آ جاتا ہے، پنڈت و تاتریہ کینی کا مضمون ہمارے رسالے اور مرکزیت

وصوہیت "بہی خواہان اردو اور نوشت ادیبوں کے غور و تامل کے لائق ہے، خواجہ محمد شفیع دہلوی

کے قلم سے کلام درو کی شرح کا سلسلہ مفید ہے، دوسو برس پہلے کی دلی کے اہل کمال "خواجہ حسن نظامی

دھپپے" ہماری زندگی میں شاعری کی ہیئت اور زمانہ زمان میں تیرا زمان اس کا خاص خاص طو

پر پڑھنے کے لائق ہیں، کہ اول الذکر مضمون مسٹر ایچ جی ایویر ڈپٹی کمشنر دلی کا ہے، اور دوسرا

شاہزادہ احمد علی خان افغانی کا دونوں نے اردو میں لکھا ہے، مسٹر ایویر کی اردو نہ صرف صاف

اور سلیس بلکہ ادیبانہ ہے، اور احمد خان کے مضمون میں اہل زبان کی زبان کا لطف ہے، ہر نمبر میں مختلف

ادبی مضمون اور وچسپ افسانے اور ڈرامے ہیں، ادبی کا خاص سے ادیب بڑی حد تک اسم با سبھی بڑا

نما سے حریم مرتبہ جناب مولوی ضیاء الدین احمد صاحب تقی طبع بڑی ضخامت ۲۰ صفحے



کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت سالانہ سے فی پرچہ ۴ روپے :- ہندو اے حرم قرولہا نئی دہلی،  
ہندوستان کے علماء کا مشہور مدرسہ صولیہ (مکہ معظمہ) ارض حرم میں ستر سال سے دینی علوم  
کی خدمت انجام دیر ہا ہے، ہندو اے حرم اس کا ہندوستانی ترجمان ہندو مدرسہ کی تبلیغ کی خدمت  
کیساتھ مفید علمی و تاریخی مضامین بھی پیش کرتا ہے، "عمد نبوی" میں پانچواں کالم چودھویں  
صدی میں خطا کوئی "ادرا سلام کا نظام دعوت و اصلاح" اچھے مضامین ہیں، بصائر و حکم کے تحت  
میں اوڈیٹر کے قلم سے مفید نوٹ ہوتے ہیں، اس رسالہ کی خریداری ہم خرماء و ہم ثواب ہے،  
نوید مشرق مرتبہ سوہن لال صاحب ساحر و جناب در دیکووری تقطیع بڑی،  
ضخامت ۲، صفحہ ۱۰ کاغذ کتابت و طباعت اوسط قیمت سالانہ ہر فی پرچہ ۶ روپے :-  
نوید مشرق پرچہ گنج پور تھلہ،

یہ رسالہ حال ہی میں پکڑ تھلہ سے نکلا ہے اس کی قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ ایک خوش  
مذاق ہندو ادیب نے اردو زبان کی خدمت کے لئے نکالا ہے، اوادبی حیثیت آجکل کے عام رسالوں  
سے برا نہیں ہے، مختلف ذوق کے مفید مضامین ہوتے ہیں، شاہ جہاں سہیل سلاسی سوہن لال  
صاحب اور شاہزادہ محمد اکبر کوثر چاند پوری اچھے مضمون ہیں، افسانوں کا حصہ بھی غنیمت  
ہو امید ہے کہ اس کے ذریعہ پکڑ تھلہ کے اصحاب ذوق میں اردو کا مذاق پیدا ہوگا،  
ہمالہ مرتبہ جناب سید حسین صاحب جامعہ و عبدالمعلم صاحب آسی تقطیع بڑی،  
ضخامت ۶۴ صفحہ ۱۰ کاغذ کتابت و طباعت بہتر، قیمت سالانہ ہر فی پرچہ ۶ روپے :-  
دتر ہمالہ لہر یا سراے در بھنگہ،

در بھنگہ (صوبہ بہار) میں اردو کے اخبارات و رسالوں کا چرچا کم ہے لیکن اب اس کا  
مذاق پیدا ہو چلا ہے، ہمالہ اسی کا نتیجہ ہے، ادبی محافا سے ابھی اس کا معیار عام رسالوں سے

کسی قدر کم ہے، مضامین میں زیادہ تر افسانے ہیں کہیں کہیں زبان کی غلطیاں بھی نظر آئیں "ہندوستانی زبان کا رسم الخط"  
نسبتاً اچھا مضمون ہے، البتہ غلطوں کا حصہ بہتر ہے، گو ابھی یہ رسالہ ابتدا کی منزل میں ہے  
لیکن در بھنگہ کی ادبی فضا کو دیکھتے ہوئے غنیمت ہے، امید ہے کہ رفتہ رفتہ یہ مجموعی خامیاں  
دور ہو جائیں گی، اور اس کے ذریعہ در بھنگہ کے نوجوانوں میں اردو و ادب کا مذاق پیدا ہوگا،  
تعلیم و تربیت، مرتبہ جناب ڈاکٹر عبد الوحید صاحب پی، ایچ ڈی،  
تقطیع بڑی ضخامت ۳۲ صفحہ ۱۰ کاغذ کتابت و طباعت بہتر، قیمت سالانہ ہر  
فی پرچہ ۳ روپے :- فیروز سنسر ۱۱۹ سرکھر وڈ لاہور،

چھوٹے بچوں کا یہ رسالہ حال ہی میں نکلا ہے، جدید اصول کے مطابق مضامین میں  
بچوں کی علمی و عملی تعلیم اخلاقی تربیت عام مفید معلومات اور ذوق و تفریح ہر مہلو کا بھانا ہوا  
بچوں کی تعلیم و تفریح دونوں اعتبار سے ان کیلئے مفید اور دلچسپ ہے،  
"دم"

## تابعین

علم و عمل اور مذہب و اخلاق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سچے جانشین اور ان کے تربیت یافتہ  
تابعین کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صحابہ کرام کے بعد ان ہی کی زندگی مسلمانوں کے لئے نمونہ عمل ہوا سئلے  
سیر الصحابہ کی تکمیل کے بعد دارالمصنفین نے اس مقدس گروہ کے حالات کا یہ تازہ مرقع مرتب کیا ہے اس میں  
حضرت عمر بن عبد العزیز، حضرت حسن بصری، حضرت ادیس قرنی، حضرت امام زین العابدین، حضرت امام  
باقر، حضرت امام جعفر صادق، حضرت محمد بن حنفیہ، حضرت سعید بن مسیب، حضرت سعید بن جبیر،  
حضرت محمد بن سیرین، حضرت ابن شہاب زہری، امام ربیعہ رانی، امام کحل شامی، قاضی شریح وغیرہ  
چھیا نوحی کا برتاہین کے سوانح، ان کے علمی و مذہبی، اخلاقی اور عملی مجاہدات اور کارناموں کی تفصیل ہے،  
مرتبہ شاہ معین الدین احمد ندوی ضخامت ۵۶ صفحہ قیمت للہر



## مطبوعات جدیدہ

پاکستان اور ہندوستان مرتبہ جناب سید عبدالقدوس صاحب ہاشمی ندوی

تقطیع چھوٹی ضخامت ۳۳۶ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت مجددہ عاریتہ:-

دارالاشاعت سیاسیہ شاہراہ عثمانی حیدرآباد دکن،

پاکستان کی تجویز کی موافقت اور مخالفت میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، یہ کتاب اسکی تائید و حمایت میں ہے، اس میں اس خیال کے مسلمانوں کے نقطہ نظر سے پاکستان کی تجویز کو نہ ہی سیاسی اسباب و دلائل اس کے تاریخی اور جغرافیائی شواہد، اس کے مؤید مسلمانوں ہندوؤں اور انگریزوں کے بیانات اس کے مختلف نقشے اور تجویزین اعتراضات اور مشکلات کا جواب ہر پہلو کے متعلق معلومات اور دلائل جمع کر دیئے گئے ہیں، جو لوگ پاکستان کی تجویز کو سمجھنا چاہتے ہیں، ان کے لئے اس میں کافی مواد ہے، مثنیٰ مسلمانوں کے مذہب، کچھ اور قومیت غیرہ کے مباحث بھی آگئے ہیں، گو یہ تجویز مسلمانوں کی منفعت آواز نہیں ہے، اور بہت سے ارباب فکر مسلمان اس کو نہ صرف ناممکن العمل بلکہ مسلمانوں کی شاندار روایات، انکی خود اعتمادی، اور اسلام کی فاتحانہ اسپرٹ کے خلاف سمجھتے ہیں، لیکن اب یہ مسئلہ اس حد تک پہنچ چکا ہے، کہ اسے نظر انداز بھی نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اس کے حل کے بغیر ہندوستان کی سیاسی گتھی نہیں سلجھ سکتی، اس لئے موافقین اور مخالفین دونوں کے لئے لائق غور ہے، درحقیقت یہ مسئلہ تنگ دل اور تنگ نظر ہندوؤں کا پیدا کردہ ہے، انہی نے اسکو بڑھنے اور پھیلنے کا موقع دیا، اب بھی وہ مسلمانوں کا اعتماد حاصل کر کے اسکو ختم کر سکتے ہیں

پاکستان کا تخیل خواہ کیسا ہی ہو، لیکن موجودہ فضائیں نہ صرف ہندوستان بلکہ اس کے ہر شہر اور ہر گاؤں میں ایک ایک پاکستان بنتا جاتا ہے، جس کا تدارک صرف ہندوؤں کے ہاتھ میں ہی

محاسن سجاد، مرتبہ مولانا مسعود عالم صاحب ندوی، تقطیع چھوٹی ضخامت ۸۸، صفحے

کاغذ، کتابت و طباعت بہتر قیمت:-، عر علاوہ محصول ڈاک، پتہ:-، المللال

بک انجینی باکی پورٹپنہ،

مولانا ابوالحسن محمد سجاد مرحوم نائب امیر شریعت بہار کی ذات تعارف سے مستغنی ہے،

ان کی شخصیت علم و فضل، زہد و ورع، فہم و تدبیر، معاملہ فہمی و دراندیشی، اخلاص و لہیت قوت عمل،

دینی حمیت، قومی درذائیات و قربانی کے لحاظ سے طبقہ علماء میں ممتاز تھی، اور ان کی ایمانی فراست

کا سکہ نہ صرف علماء بلکہ موجودہ زمانہ کے سیاست میں تکتے بیٹھا ہوا تھا، انکی زندگی کا بڑا حصہ

دین و ملت کی بے لوث خدمت میں گزرا، ان کی ذات ملک و ملت کے خدمتگزاروں

کے لئے نمونہ تھی، مولانا مسعود عالم ندوی نے ان کی یادگار میں ان کے احباب اور جاننے والوں

کے قلم سے ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر مضامین لکھا کر محاسن سجاد کے نام سے انھیں شائع

کیا ہے، اس میں ان کی سیرت، ذاتی حالات علمی و تعلیمی زندگی، مذہبی و سیاسی خدمات پر تیرہ مضامین

جس سے مرحوم کی مجاہدانہ زندگی اور ان کے کارناموں کا ہر رخ سامنے آجاتا ہے، اس مرتب

مین جناب راغب احسن صاحب کا مضمون کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے، اس کا نہ ہونا بہتر تھا مرحوم

کا یہ تذکرہ دین و ملت کے خدمت گزاروں کے لئے سبق کی حیثیت رکھتا ہے،

مقدمہ تاریخ دکن، مؤلفہ جناب عبد المجید صاحب صدیقی استاد تاریخ،

جامعہ عثمانیہ ضخامت ۴۴۴ صفحے، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر قیمت مجددہ عاریتہ:-

سب رس کتاب گھر خیریت آباد حیدرآباد دکن،



اس مقدمہ میں دکن کے ان تمام فرمانروا خانوادوں کی تاریخ کا اجمالی نقشہ ہے جنہوں نے تاریخ کے معلوم زمانہ سے لیکر اس وقت تک سرزمین دکن پر حکومت کی، مقدمہ کے شروع میں دکن کی تاریخ پر مختصر تبصرہ ہے، اس کے بعد مختلف دور دن کے خانوادوں کا حال ہے، پہلے حصہ میں ان ہندو خانوادوں کا ذکر ہے جنہوں نے قدیم زمانہ سے لیکر مسلمانوں کی پہلی حکومت کی، دوسرے حصہ میں درمیانی دور کے مسلمان اور ہندو خانوادوں کا حال ہے، تیسرے حصہ میں خاندان پیشوا خاندان آصفیہ اور میسور کے حالات ہیں، چوتھے حصہ میں ارکاٹ اور کرنول وغیرہ کی نوابیوں کا تذکرہ ہے، ہر خاندان کے شروع میں اسکی مختصر تاریخ، اور اس کے فرمانرواؤں کا پورا شجرہ ہے، جہاں تک ممکن ہو سکا ہے، ان کے سین بھی دیدے گئے ہیں، یہ مقدمہ درحقیقت اس مفصل تاریخ کا خاکہ ہے جس کی تالیف مولف کے پیش نظر ہے، موجودہ صورت میں بھی یہ مقدمہ دکن کی تاریخ کے مطالعہ میں رہنمائی کا کام دیکتا ہے،

**بیان غالب** مرتبہ جناب آغا محمد باقر صاحب ایم اے تقطیع چھوٹی ضخامت ۶۴۸ صفحہ، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر قیمت مجدد غیر مجلد عاریتہ شیخ مبارک علی تاجوکت

اندر دن لوہاری دروازہ لاہور،

کلام غالب کی گونا گون خصوصیات کیساتھ اسکی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی متعدد شرحیں لکھی جا چکی ہیں، اور اب تک اس کا سلسلہ جاری ہے، جناب مرتب نے اس کتاب میں اختصار کے ساتھ ان تمام شرحوں کو جمع کر دیا ہے خود مولف کے الفاظ میں اس کتاب کا مقصد اور اسکی خصوصیت یہ ہے: اس کتاب کی تالیف سے میرا مطلب صرف اس قدر ہے کہ دیوان غالب کی شرح پڑھنے والوں کو اگر تفصیل نہیں تو بھلا اس قدر ضرور معلوم ہو جائے کہ مختلف شارحین نے غالب کے ہر شعر کو کس نقطہ نظر سے دیکھا ہے اور اس کے مفہوم میں کیا کیا موافقیاں

کی ہیں، چنانچہ جن اشعار پر شارحین نے اختلاف کیا ہے، میں نے کوشش کی ہے کہ مختصراً ان کے نقطہ نظر کو پیش کر دیا جائے، تاکہ پڑھنے والا آسانی سے سمجھ جائے، کہ اس شعر کا دوسرا مفہوم یہ بھی طوالت کے خوف سے میں نے اختصار کو مدنظر رکھا ہے، لیکن پھر بھی یہ خیال سامنے رہا ہے، کہ کوئی ضروری بات نظر انداز نہ ہونے پائے۔ اس بیان سے ظاہر ہے کہ مولف نے اس میں خود کوئی اضافہ نہیں کیا، جو تاہم اس سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس کے بعد غالب کی اور تمام شرحوں کی احتیاج باقی نہیں رہتی، اور شرح کی حد تک اس میں وہ تمام ضروری باتیں موجود ہیں جن کی مختلف شرحوں کی درق گردانی پڑتی ہو،

**پکینی کی حکومت**، مؤلفہ جناب باری تقطیع چھوٹی ضخامت ۳۸۸ صفحہ، کاغذ، کتابت و

طباعت بہتر قیمت مجدد عاریتہ ۱۔ مکتبہ اردو لاہور

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن آج سے کئی سال پہلے شائع ہوا تھا، معارف میں اس پر پتہ بھی ہو چکا ہے، اب نظر ثانی اور مفید اضافوں کے بعد دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے، اس میں ایٹ انڈیا پکینی کے وحشیانہ دور حکومت کی پوری تاریخ ہے، کہ اس نے کن کن پر فریب اور ظالمانہ طریقہ سے ہندوستان پر قبضہ کر کے اس کی صنعت و حرفت اور تجارت کو برباد کیا اور اسکی دولت و ثروت چھین کر اسے مفلس و محتاج بنایا، یہ کتاب درحقیقت ایٹ انڈیا پکینی کی وحشت و بربریت اور اس کے ہاتھوں ہندوستان کی تباہی کی تاریخ ہے، انگریزی میں اس دور کی بہت سی تاریخیں ہیں، ان میں باسو کی تاریخ ہندوستان میں نصرانی اقتدار کا عروج بہت مستند اور مشہور ہے، یہ کتاب زیادہ تر اسی سے ماخوذ ہے، گو انگریزی کتابوں کے مقابلہ میں یہ کتاب بہت مختصر ہے، لیکن اردو میں اتنے معلومات بھی نہیں ملین گے، اس اعتبار سے یہ کتاب بہت غنیمت ہے، اور ہمارے نوجوانوں کے پڑھنے کے لائق ہے،



سوگوار شباب از جناب مجنون گورکھپوری تقطیع بڑی ضخامت ۱۳۶ صفحے کاغذ کتابت  
دباعت بہتر قیمت غیر مجلد ہر جلد ۸ روپے ایوان اشاعت گورکھپور

جناب مجنون گورکھپوری کا یہ افسانہ رسالہ ایوان میں مسلسل نکل چکا ہے، اب انھوں نے اسے  
کتابی شکل دیدی ہے، مصنف ٹامس ہارڈی سو بہت متاثر ہیں، اسلئے اسکی رومانیت اور قنوطیت ان کے  
افسانوں کی خصوصیت بن گئی ہے، یہ افسانہ بھی ہارڈی کے ایک ناول (Two on a Tower) کے  
مطالعہ کے اثر کا نتیجہ اور رومانیت اور قنوطیت کے لطیف امتزاج کا دلکش المیہ نمونہ ہے، اس میں مصنف  
کی فسانہ نگاری کی تمام خصوصیات نمایاں ہیں، افسانہ کا پلاٹ بھی بہتر ہے، اور مصنف کے قلم کی  
رنگ آمیزی نے اس کو اور زیادہ دلکش اور موثر بنا دیا ہے، حسن کی رعنائیوں، عشق کی شورش دیا کیرنگی  
فطری جذبات کے مدوجزر، نسوانی کردار کی بلندی اس کے اشیاء و قربانی، حرمان و نامرادی وادار  
محبت کی تمام وجدانی کیفیتوں کو نہایت موثر پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے، مصنف نے مشتاق اور سارہ  
دونوں کی سیرتوں میں توازن قائم رکھنے کی کوشش کی ہے، لیکن مشتاق کے مقابلہ میں سارہ کا اخلاقی  
پایہ غلامیہ بلند نظر آتا ہے، یہ افسانہ پلاٹ کی خوبی اور ادبی حیثیت دونوں کا طے سے پڑھنے کے لائق  
آسان اردو، شائع کردہ انجمن ترقی اردو حیدرآباد دکن تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۵۸ صفحے

کاغذ کتابت دباعت بہتر قیمت ۸ روپے انجمن ترقی اردو جو بلی ہل بنجارا روڈ حیدرآباد دکن

بالغون کی تعلیم کے سلسلہ میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں عموماً بچوں کے ذوق کے قصے اور کہانیاں  
ہیں جن کی تعلیمی مقصد تو حاصل ہو جاتا ہے، لیکن معلومات میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا، اس پہلو کو پیش نظر  
رکھ کر یہ رسالہ لکھا گیا ہے، چنانچہ اس میں مختلف زمانوں کے آٹھ بڑے اور تاریخی اشخاص کے حالات  
چند اصلاحی افسانے اور دو جدید کی بعض اہم ایجادات کا مختصر حال، اور آخر میں چند مفید  
زبان سادہ اور آسان ہی بچوں اور بالغوں دونوں کے لیے یہ رسالہ مفید ہے، "م"

جلد ۴ "ماہ شعبان" ۱۳۶۱ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۴۱ء "عدد ۳"

## مضمکین

شذرات،

سید سلیمان ندوی،

۱۶۴-۱۶۲

دونوں جہاں کی بادشاہی،

۱۶۵-۱۶۰

حافظ جلال الدین سیوطی،

مولوی محمد ولیس صاحب ندوی، ۱۶۱-۱۸۵

نگرامی رفیق دارالمصنفین،

محسن کا کوروی اور ان کی خصوصیات،

جناب محمد ابواللیث صاحب صدیقی ۱۸۶-۲۵

ہدایونی لکچرار اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

جناب اقبال انصاری ایم اے ریسرچ ۲۰۶-۲۱۰

اسکا لری ایچ ڈی لکھنؤ یونیورسٹی

مجمع النقاس،

۲۱۸-۲۲۵

"ص ع"

عربی زبان کے جدید رجحانات،

۲۲۶-۲۲۸

"

اجار علیہ

۲۲۹-۲۳۵

پروفیسر محمد اکبر منیر ایم اے

جبریل و ابلیس،

۲۳۶-۲۴۰

"م"

مطبوعات جدیدہ ۱۵

مقالات شبلی مولانا کے قومی و اخباری مضامین کا مجموعہ جو الحمد للہ مسلم گزٹ اور دوسرے رسائل

حصہ ہشتم

و اخبارات سے یکجا کئے گئے، ضخامت ۲۰۳ صفحے، قیمت: پچیس روپے "مینیجر"